وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین

مؤلف

ابو تراب علامہ محمد ناصر الدین ناصر مدنی

زاویہ پبلشرز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آئیے بخاری پڑھیں

مؤلف

ابوتراب علامہ محمد ناصر الدین ناصر مدنی

زاویہ پبلشرز

8-C دربار مارکیٹ - لاہور

voice: 042-37300642 - 042-37112954 - 042-37248657

Email:zaviapublishers@gmail.com

2015ء

بار اول........................ 500

ہدیہ........................ 240

ناشر........................ نجابت علی تارڑ

﴿لیگل ایڈوائزرز﴾

محمد کامران حسن بھٹہ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ (لاہور) 0300-8800339

﴿ملنے کے پتے﴾

زاویہ پبلشرز | شوروم ظہور ہوٹل، دکان نمبر 2 داتا دربار مارکیٹ، لاہور
Email: zaviapublishers@gmail.com
042-37300642

مکتبہ برکات المدینہ، کراچی	021-34219324
مکتبہ رضویہ آرام باغ، کراچی	021-32216464
احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5558320
اسلامک بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	051-5536111
مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ، حیدر آباد	022-2780547
مکتبہ متینویہ، پرانی سبزی منڈی روڈ، بھاول پور	0301-7728754
نورانی ورائٹی ہاؤس، بلاک نمبر 4، ڈیرہ غازی خان	0321-7387299
مکتبہ بابا فرید چوک چٹی قبر پاکپتن شریف	0301-7241723
مکتبہ غوثیہ عطاریہ اوکاڑہ	0321-7083119
اقرا بک سیلرز، فیصل آباد	041-2626250
مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد	041-2631204
مکتبہ العطاریہ لنک روڈ صادق آباد	0333-7413467
مکتبہ باب الاسلام، فیضان مدینہ، حیدر آباد	0313-4812626
مکتبہ حسان اینڈ پرفیومرز، پرانی سبزی منڈی کراچی	0331-2476512
رضا بک شاپ، میلاد فوارہ چوک، گجرات	0300-6203667
مکتبہ فریدیہ، ھانی سٹریٹ ساھیوال	040-4226812

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلُ اللّٰه
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰه

الحمد للہ رب العالمین
صلی اللہ علٰی محمد عدد ما زکرہ الزکرون و عدو
ما غفل عن ذکرہ الغٰفلون

انتساب

مَیں اپنی اس تالیف **"آئیے بخاری پڑھیں"** کا انتساب اپنے پیرومرشد مجددسنت، رہبرِ دین وملت، امیراہلسنت علامہ مولانا ابوالبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی رضی اللہ عنہ کے نام کرتا ہوں جو نہ صرف خود شریعت وسنتوں کی چلتی پھرتی تصویر ہیں بلکہ جن کی ذات پُرانور کی بدولت ہر طرف سنتوں کی بہار چھائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب، کی بارگاہ میں دعاگو ہوں کہ وہ تمام علماء اہلسنت اور خصوص بالخصوص امیراہلسنت کے علم وعمل وعمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم فرمائے اور ان کی ذات پرانوار کو ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین بجاہ النبی رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ

ولادت نام ونسبت:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کا نام محمد کنیت ابوعبداللہ اس کے علاوہ امیر المومنین فی الحدیث ناصر الاحادیث النبویہ، نار المواریث المحمدیہ یہ تمام آپ کے القابات ہیں مگر آپ کا نام بخاری ایسا مشہور ومعروف ہوا کہ لوگ آپ کو اسی نام سے جانتے پہچانتے ہیں آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بروزیہ بخاری جعفی ہے آپ کے پردادا مغیرہ نے اس وقت کے حاکم بخارا ایمان جعفی کے دست حق پر اسلام قبول کیا اور کیونکہ وہاں کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تو اس کو اسی قبیلے کے نام سے منسوب کرتے تھے چنانچہ امام بخاری جعفی کہلائے۔

آپ ماوراء النہر کے مشہور شہر بخارا میں ۱۳ شوال ۱۹۴ھ کو بروز جمعۃ المبارک بعد عصر پیدا ہوئے آپ کے والد محترم اسماعیل بن ابراہیم رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ مرد صلاح محدث تھے آپ بڑے مستجاب الدعوات اور حرام تو حرام متشابہات سے بھی پرہیز کرنے والے تھے وصال کے وقت آپ نے فرمایا میرے پاس جس قدر مال ہے اس میں ایک درہم بھی مشتبہ نہیں ہے۔

ابتدائی حالات:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ابھی کم سن ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد کا وصال ہو گیا چنانچہ آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ نے اٹھائی اسی دوران حالت کم سنی میں امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی بینائی جاتی رہی ہر ممکن علاج کرایا مگر افاقہ نہ ہوا آپ کی والدہ کو بڑا رنج وقلق رہتا تھا آپ ہر وقت اسی غم میں روتی رہتیں اور بینائی واپس آجانے کے لئے دعائیں کرتی رہتیں آپ بڑی عبادت گزار و پرہیز گار خاتون تھیں آپ کی اس قدر گریہ وزاری پر اللہ نے اپنی اس ولیہ پر کرم فرمایا ایک رات خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دیدار سے مشرف ہوئیں آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور کثرتِ دعا کے سبب تیرے فرزند کو واپس بینا کر دیا چنانچہ جب وہ صبح اٹھیں تو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی بصارت لوٹ آئی تھی اور ایسی روشنی آئی کہ آپ چاند کی روشنی میں پڑھ لیا کرتے تھے۔

تحصیل علم:

ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۰ سال کی عمر میں آپ کو علم حدیث حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا چنانچہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنے وقت کے مشہور محدثین کرام سے علم حدیث حاصل کرنے لگے اور اسی سلسلے میں آپ نے بے حد لگن، شوق وجذبے کا مظاہرہ کرتے ہوئے علم حدیث حاصل کیا متن کے بعد سند کے ہر ہر راوی کو محفوظ رکھا یہاں تک کہ ایک سال کے مختصر عرصے میں حدیث کے متن اور سند پر بے مثال عظیم مہارت حاصل ہو گئی حتیٰ کہ بعض اوقات آپ کے استاد بھی آپ کے ذریعے اپنی تصحیح کر لیتے۔ چنانچہ اسی لگن اور محنت سے آپ علوم دینیہ حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ سولہ سال کی عمر میں آپ نے عبداللہ بن مبارک وکیع اور دوسرے اصحاب ابی حنیفہ کی کتابوں کو حفظ کر لیا۔

سولہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی احمد بن اسماعیل اور والدہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے روانہ ہوئے حج کے بعد آپ کے بھائی اور والدہ تو واپس آ گئے مگر آپ نے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکہ معظّمہ میں رہنے کا فیصلہ کیا۔

طلب علمِ حدیث کے لئے آپ نے بارہا علمی مراکز کا سفر کیا وطن اور اپنوں سے دور علمِ حدیث سے مستفید ہوتے رہے آپ خود بیان فرماتے ہیں کہ علمِ حدیث کے حصول کے لئے میں دو مرتبہ مصر، دو مرتبہ شام، چار مرتبہ بصرہ گیا۔ چھ سال حجاز مقدس میں رہا اور انگنت مرتبہ کوفہ و بغداد گیا اس کے علاوہ واسطہ الجزائر بلخ، بخارا، مرو، ہرات، نیشاپور وغیرہ میں بھی متعدد سفر کئے اور علمِ حدیث حاصل کرنے کا شوق پورا کیا۔

قوتِ حافظہ:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ بے مثال قوتِ حافظہ کے مالک تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں قوتِ حافظہ جیسی عظیم نعمت سے وافر مقدار میں نوازا تھا چنانچہ دس سال کی عمر میں آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ مدرسے میں جو حدیث سنتے اس کو یاد کر لیتے جلیل القدر محدث حاشد بن اسماعیل اپنے لڑکپن کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرے چند ساتھی امام بخاری کے ساتھ پڑھتے تھے ہم سب سوائے امام بخاری کے تمام احادیث جو سنتے اور پڑھتے لکھ لیا کرتے ایک دن ہم نے امام بخاری سے کہا کہ تم نے اتنے دنوں احادیث محفوظ نہ کر کے وقت ضائع کیا اور اپنی محنت برباد کی یہ سن کر امام بخاری نے کہا اچھا تم سب لوگ اپنی اپنی لکھی ہوئی احادیث لے آؤ ہم جا کر لکھی ہوئی احادیث لے آئے اس کے بعد امام بخاری نے زبانی سلسلہ وار احادیث ٹھیک متن اور سند کے ساتھ سنانی شروع کر دیں یہاں تک کہ احادیث کی تعداد پندرہ ہزار تک پہنچ گئی۔ آپ کی قوت حافظہ کا کمال تھا کہ دورانِ تعلیم آپ نے چھ لاکھ احادیث حفظ کر لیں۔

محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم امام بخاری سمیت فریابی کے حلقہ درس میں بیٹھے تھے فریابی نے ایک حدیث کی سند بیان فرمائی اور اس سند میں سفیان کے علاوہ باقی

تمام راویوں کی کنیت ذکر کی گئی اس کے بعد فریابی نے ان راویوں کے اصل نام پوچھے تو پوری مجلس میں خاموشی چھا گئی اور کوئی جواب نہ دے سکا آخر کار امام بخاری نے ایک ایک راوی کا نام بیان کرنا شروع کر دیا یہ سن کر وہاں موجود تمام لوگ آپ کے بے مثال حافظے پر دم بخود رہ گئے۔

اسی طرح ایک دفعہ سمرقند میں موجود محدثین نے امام بخاری کے حافظے اور علمیت کا امتحان لینے کا فیصلہ کیا چنانچہ انہوں نے احادیث کی اسناد بدل کر امام بخاری کو مغالطے میں ڈالنا چاہا اور یمن کی اسناد حرم میں حرم کی اسناد یمن میں اسی طرح عراق کی شام میں اور شام کی عراق میں مدغم کر دیں اور سات دن تک امام بخاری کو آزمائش میں ڈالے رکھا مگر آپ نے غلطی پکڑ لی اور تمام احادیث کی سند اور متن صاف صاف اور صحیح صحیح بیان کر دیئے۔

سمرقند کی طرح بغداد کے محدثین نے بھی آپ کی قابلیت اور حافظے کو پرکھنا چاہا اور متفقہ طور پر یہ طے کیا کہ تقریباً ایک سو احادیث کے متن اور اسناد بدل کر انہیں آزمایا جائے چنانچہ ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں ہزاروں محدثین اور فقہاء اور علماء کرام عوام و خواص کو مدعو کیا گیا جلسہ شروع ہوا اور ایک مقرر شخص کھڑا ہوا اور اس نے دس احادیث متن اور سند میں رد و بدل کر کے پڑھی ہر حدیث سن کر امام بخاری فرماتے کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا اسی طرح مقررہ دس افراد نے باری باری احادیث سند اور متن تبدیل کر کے سنائیں اور امام بخاری وہی جواب دیتے رہے کہ میں یہ حدیث نہیں جانتا جب یہ دسویں آدمی بیٹھ گئے تو امام بخاری کھڑے ہو گئے اور پہلے دس احادیث سنانے والے شخص سے فرمایا آپ نے جو پہلی حدیث پڑھی تھی اس کی سند اور متن یہ بیان فرمایا تھا یہ غلط ہے صحیح متن اور سند یہ ہے یہ فرما کر آپ نے پوری حدیث مع صحیح متن اور سند کے سنا دی پھر دوسری حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور بالترتیب جیسے اس شخص نے احادیث سنائی تھیں اسی طرح سے آپ صحیح متن اور اسناد سے احادیث سناتے چلے گئے اور دس احادیث کے بعد دوسری دس احادیث سنانے والے کی غلط سند اور متن کا ذکر کیا اور بالترتیب

دس احادیث صحیح متن اور اسناد کے ساتھ سنا دیں اور اسی طرح دسوں آدمیوں کی بیان کردہ ایک سو احادیث اسی ترتیب سے سنا دیں وہاں موجود ہر شخص آپ کی قوتِ حافظہ اور علمی کمالات کی بلندیوں کو دیکھ کر متحیر رہ گیا تمام مجلس میں تعریف وتحسین کے کلمات آپ کے لئے بلند ہونے لگے اور ہر شخص نے آپ کی قابلیت اور مہارت کا لوہا مان لیا۔

اساتذہ:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے عالم اسلام کے تقریباً کونے کونے اور ہر ہر شہر سے علمِ حدیث حاصل کیا یہی وجہ ہے کہ آپ کے اساتذہ ومشائخ کی تعداد بھی بے شمار ہے چنانچہ آپ کے چند اساتذہ ومشائخ کے اسماء مبارکہ درج ذیل بیان کیئے جاتے ہیں۔

شہر بخارا کے محمد بن سلام بیکندی، ہارون بن الشغف، محمد بن عروہ عبداللہ بن محمد مسندی وغیرہ۔ نیشاپور کے بشر بن حکم، اسحٰق یحیٰی بن یحیٰی وغیرہ۔ بصرہ کے ابو عاصم النبیل عبداللہ بن رجاء عمر بن عاصم بدل بن محر، محمد بن عبداللہ انصاری، عبدالرحمٰن بن محمد وغیرہ بغداد کے شریم بن نعمان، معلیٰ بن عطیہ خلاد بن یحیٰی قصیبہ خالد بن محلّہ حبیبہ عبیداللہ بن موسیٰ طلق بن غنام ابونعیم وغیرہ مروہ کے معاذ بن اسد، عبدان، صقہ بن فصل، علی بن شفیق وغیرہ مکہ مکرمہ کے احمد بن محمد ازقی، ابوعبدالرحمٰن مقدی، حمیدی وغیرہ اور مدینہ منورہ کے عبدالعزیز اویسی، ابوثابت محمد بن عبداللہ اور مطرف بن عبداللہ وغیرہ مصر کے سعید بن ملید سعید بن ابی مریم، عمرو بن زید، عبداللہ بن صالح وغیرہ دمشق کے ابومسہر ابونصر فزادویسی وغیرہ واسطہ نے عمرو بن محمد بن عون وغیرہ عسقلان کے آدم بن ابی ایاس وغیرہ حمص علی بن عیاش، وہبی حافظی، حاظن حمد بن خالد، ابوایمان ابوالمغیر ہ وغیرہ، قیساریہ کے محمد بن یوسف وغیرہ۔

تلامذہ:

درس وتدریس کے سلسلے میں آپ کے تلامذہ کی تعداد بصرہ، بغداد، سمرقند، بخارا، نیشاپور اور عالمِ اسلام کے بہت سے شہروں میں پھیلی ہوئی تھی آپ نے وہ تمام شہر جو

علومِ اسلامیہ کے مراکز کی حیثیت رکھتے تھے وہاں بے حساب شاگردوں کو علمِ حدیث پڑھایا آپ کے تلامذہ کی تعداد تقریباً ایک لاکھ کے قریب ہے جن میں کچھ کے نام درج ذیل ہیں۔

علی بن عباس، ابو جامد، حلید اغمشی ابو بکر احمد بن محمد، قاسم بن زکریا مطراز، ابو قریش محمد بن جمعہ، محمد بن سلیمان باغندی، یعقوب بن یوسف، بن احزم، عبداللہ بن محمد بن ناجیہ، سہل بن شازویہ بخاری، عمرو بن محمد بجری، ابو بکر بن ابی الدینا ابوابکر بزار، حاشد بن اسماعیل بخاری محمد بن عبداللہ بن جنید، محمد بن موسیٰ ابو بکر بن داؤد، ابوالقاسم بغوی، ابو محمد بن صاعد، اسحاق بن داؤد، ابراہیم بن موسیٰ، جوہری عبید اللہ بن واصل محمد بن ہارون جفری، حسین بن عاملی بغدادی وغیرہ۔

آپ کے مشائخ میں سے جنہوں نے آپ سے احادیث روایت کیں ان میں عبداللہ بن محمد سندی، محمد بن خلف بن قتیہ اسحاق بن محمد سرماوی عبداللہ بن تیسر آپ کے معاصرین میں ابو بکر بن اعین، موسیٰ بن ہارون جمال ابوزرعہ محمد بن عبداللہ بن مطین، ابوحاتم رازیان، اسحٰق بن احمد بن زیرک فارسی، ابراہیم حربی، محمد بن قتیبہ بخاری ابو بکر بن ابی عاصم اور آپ کے اکابرین میں ابوعیسیٰ ترمذی، امام مسلم ابوعبدالرحمٰن نسائی، ابوالفضل احمد بن سلمہ، ابو بکر بن اسحٰق بن خزیمہ، محمد بن نصر مروزی، سلیم بن مجاہد وغیرہ شامل ہیں۔

تصانیف:

آپ کی ذات پرانوار، آپ کی قبر مبارکہ اور آپ کی تصانیف خصوصاً صحیح بخاری پر اللہ عزوجل کی رحمتیں اور تجلیات چھما چھم برس رہی ہیں یہی وجہ ہے کہ ابوزید مروزی فرماتے ہیں:

امام بخاری نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ احادیث کی تلاش، جستجو اور روایت کرنے میں گزارا لیکن اس گوناگوں مصروفیات کے باوجود آپ نے کافی تعداد میں تصانیف چھوڑی ہیں جن میں آپ کی مشہور ومعروف کتاب الجامع الصحیح بخاری، کتاب الضعفاء،

کتاب الشرمہ، کتاب الکبیر، کتاب الوحدان، التاریخ الکبیر، کتاب الکنیٰ، کتاب الھبہ، التفسیر الکبیر، کتاب المبسوط، التاریخ الاوسط، الادب المفرد، کتاب العلل، المسند الکبیر، کتاب الفوائد، التاریخ الصغیر جز، رفع الیدین، برالوالدین، خلق افعال العباد، اسامی محابہ جز القدر خلق الامام، فقایہ الصحابہ والتابعین وغیرہ شامل ہیں۔

علمی مقام:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے عالم اسلام کے مشائخ عظام سے خراجِ تحسین وصول کیا اور علمِ حدیث میں امام الدنیا، شیخ الاسلام، امیر المومنین فی الحدیث کے القابات حاصل کئے۔ امام مسلم بن الحاج قشیری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ کی پیشانی پر بوسہ دے کر عرض کیا یا استاذ الاستاذین ویا سید المحدثین ویا طبیب الحدیث آپ مجھے اپنے پاؤں چھونے کی اجازت عطا فرمائیں۔ امام احمد بن حنبل نے آپ کے لئے فرمایا خراسان کی زمین پر امام بخاری جیسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا۔ محمد بن اسحٰق بن خزیمہ جو خود بھی بہت بڑے عالم حدیث گزرے ہیں فرماتے ہیں کہ آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر کوئی عالم حدیث نہیں ہے علامہ ابن حجر جیسے علم کے بے پایاں سمندر نے بیان کیا کہ امام بخاری ایسے بحر تھے کہ جس کا کوئی ساحل نہیں۔ رجاء بن رجاء نے فرمایا امام بخاری کی فضیلت باقی علماء پر ایسی ہے جیسے مردوں کی عورتوں پر وہ اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت ہیں جو زمین پر چلتے ہیں آپ کے معاصرین میں سے عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی نے فرمایا کہ میں نے حرمین، حجاز، شام، عراق کے علماء کو دیکھا مگر امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ جیسا جامع کسی کو نہ پایا وہ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سب سی زیادہ سمجھنے والوں میں ہیں۔ عبداللہ بن حماد املی نے کہا میری تمنا ہے کہ میں امام بخاری کے جسم کا ایک بال ہوتا اور جو شرف وسعادت اس بال کو حاصل ہے مجھے حاصل ہوتی اسحٰق بن داہویہ نے فرمایا اے محدثین، امام بخاری کو دیکھو ان سے احادیث سیکھو کہ یہ اگر امام حسن بصری کے زمانے میں ہوتے تو امام بصری فقہ وحدیث کے علم کی تحصیل کے لئے ان کے پاس آتے۔ الغرض امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی علمیت، قابلیت، مہارت، عظمت وشان

اور آپ کے کمالات وفضائل کو آپ کے دور کے تمام اہل علم حضرات نے سراہا ہے اور بقایا جز کے لئے اتنے کلمات ادا کئے گئے ہیں کہ اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کاغذ و قلم سب ختم ہو جائیں مگر یہ کلمات ختم نہ ہوں۔

سیرت و کردار:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نہایت عبادت گزار پرہیز گار زہد و تقویٰ کے مالک تھے درس حدیث کے بعد باقی تمام وقت کثرت نوافل و تلاوت قرآن مجید میں صرف کرتے آپ نے تمام عمر کبھی کسی کی غیبت نہیں کی اور کبھی اپنی ذات کا کسی سے انتقام نہیں لیا۔
آپ نہایت سادہ اور زاہدانہ طبیعت کے مالک تھے دورِ طالبعلمی میں سوکھی گھاس یا چوبیس گھنٹوں میں دو تین بادام کھا کر گزارا کرتے چالیس سال تک بغیر شوربے کے سوکھی روٹی تناول فرمائی ہمیشہ نہایت قلیل خوراک لیتے کبھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے کبھی دنیاوی عیش و عشرت قبول نہ کیا نہایت حق جفاکش تھے اپنا تمام خود کیا کرتے حالانکہ میراث میں کثیر دولت پائی تھی مگر کبھی جاہ و حشمت و مرتبت پسند نہ کیا۔

آپ نہایت فیاض تھے کبھی کبھی ایک دن میں تین تین سو درہم صدقہ کر دیا کرتے آپ کی ماہانہ آمدنی پانچ سو درہم تھی اور یہ تمام رقم آپ طلبہ پر خرچ کرتے توکل کا یہ عالم کہ طالب علمی کے دور میں اگر گھر سے رقم آنے میں تاخیر ہو جاتی تو زمین کی گھاس کھا کر گزارا کر لیتے مگر کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا پسند نہ فرماتے اور نہ ہی بطور قرض کسی سے کچھ مانگتے۔

آپ نہایت خوفِ خدا دل میں رکھتے تھے یہی وجہ تھی کہ انتہائی عبادت گزار و پرہیز گار تھے آپ کی عبادت خشوع و خضوع کی منہ بولتی تصویر تھی ایک مرتبہ نماز میں مشغول تھے زنبور نے سترہ مرتبہ آپ کو ڈنک مارا جس سے جسم بری طرح متورم گیا مگر ادائیگی نماز میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ کثرت سے نوافل پڑھتے اور روزے رکھتے رمضان شریف میں تو روزانہ ایک قرآن پاک ختم فرماتے آپ مساجد کا بھی بہت احترام کرتے ایک دفعہ ایک شخص نے اپنی داڑھی میں لگے ہوئے تنکے کو نکال کر مسجد میں

ہی پھینک دیا امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سے یہ برداشت نہ ہوسکا کہ مسجد میں کوئی ایسی چیز پھینکی جائے جو انسان اپنے لئے گوارا نہ کرسکے چنانچہ نگاہ بچا کر وہ تنکا اپنی آستین میں چھپالیا اور مسجد سے باہر جا کر ٹھنڈا کر دیا۔ آپ بڑے ہی بلند اخلاق کے مالک، بردبار، برائی کا بدلہ ہمیشہ نیکی سے دیتے کسی کی غلطی پر اس کی تنہائی میں اصلاح فرماتے الغرض آپ عالم و فاضل، عابد و زاہد، متقی و پرہیزگار، حسنِ اخلاق کے مالک، منکسر المزاج، شانِ توکل رکھنے والے تھے آپ کا چہرہ آپ کے باطن کے نور سے ہمیشہ منور رہتا تھا۔

عشق رسول ﷺ:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ سچے عاشق رسول تھے، یہی وجہ تھی کہ آپ کی تمام زندگی حضور علیہ صلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی جستجو، حفاظت اور آپ ﷺ کے ارشادات دوسروں تک پہنچانے کی تگ و دو میں صرف ہوئی آپ کی پوری زندگی سنتوں کی چلتی پھرتی تصویر تھی آپ کے عشق کی سچائی ہی تھی کہ آپ کو بارگاہِ رسالت ﷺ میں مقبولیت اور پذیرائی میسر ہوئی حضرت رواق فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے جا رہے ہیں اور حضور ﷺ جس جگہ قدم رکھتے ہیں امام بخاری بھی وہیں قدم رکھتے ہیں۔

علامہ زبرف فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کسی جگہ جا رہا ہوں حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہاں جا رہے ہو میں نے عرض کی محمد بن اسماعیل بخاری کے پاس تو آپ علیہ السلام نے جواب دیا جاؤ اور اسے جا کر میرا سلام کہنا۔ آپ ﷺ کی یہ نوازشات اس حب نبوی ﷺ کا نتیجہ تھیں جو امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے دل میں جاگزیں تھی۔

وصال شریف:

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے بخارا سے سمرقند جانے کا فیصلہ کیا لیکن ابھی سمرقند پہنچے نہ تھے کہ آپ بیمار پڑ گئے یہاں تک کہ طاقت نے ساتھ چھوڑ دیا چند دعائیں پڑھیں اور

لیٹ گئے اوجسم سے پسینہ بہنا شروع ہوا ابھی پسینہ خشک بھی نہ ہوا تھا کہ آپ عالمِ بالا پرواز کر گئے اور یوں یکم شوال ۲۵۶ھ کو باسٹھ سال کی عمر میں رات کے وقت آپ کا وصال ہوا مگر آپ کے علم کا فیضان آج بھی عالم اسلام پر چھایا ہوا ہے۔

چونکہ آپ کی زندگی منبع عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھی اسی لئے حضور ﷺ کی عنایات ونوازشات کا سلسلہ آپ پر بعد وصال بھی جاری ہے۔ عبدالواحد بن آدم طویسی فرماتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے صحابہ کرام کے جھرمٹ میں کسی کے منتظر ہیں سلام عرض کرنے کے بعد انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کس کا انتظار ہے؟ تو ارشاد فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کا۔ حضرت عبدالواحد طوسی فرماتے ہیں کہ چند دن بعد خبر پہنچی کہ ٹھیک اسی دن جس دن خواب دیکھا امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ وصال فرما گئے۔

جب آپ کو قبر میں رکھا گیا تو فوراً قبر شریف مشک کی خوشبو سے مہکنے لگی اور لوگ زیارت کے لئے جوق در جوق آنے لگے اور خاک قبر کو بطورِ تبرک ساتھ لے جاتے یہاں تک کہ قبر میں گڑھا پڑ گیا چنانچہ قبر کی مٹی کی حفاظت کی وجہ سے اس کے چاروں طرف جنگلے کا حصار باندھ دیا گیا لوگ اس حصار سے باہر کی مٹی لے جاتے اور اسے بھی مشکبار پاتے۔

آپ کی قبر انور بارگاہِ قبولیت کا ذریعہ بھی ہے امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کے دوسو سال بعد سمر قند میں خشک سالی کی وجہ سے قحط پڑ گیا نماز استسقاء کے باوجود بارش نہ ہوئی چنانچہ شہر کے لوگوں نے امام بخاری کی قبر پر جا کر بارش کی دعا کی چنانچہ اسی وقت بارش شروع ہو گئی یہاں تک کہ لگاتار سات یوم تک بارش ہوتی رہی اور خشک سالی ختم ہو گئی۔

باب اوّل:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

عقیدہ عشق و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث ۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں مدینہ منورہ کے کسی راستے میں ملے جبکہ یہ (ابو ہریرہ) جنبی تھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طرف ہو گیا جا کر غسل کیا اور بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گیا فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! تم کہاں تھے عرض گزار ہوا کہ میں جنبی تھا لہٰذا بغیر طہارت کے آپ کی بارگاہ میں بیٹھنا میں نے ناپسند کیا فرمایا کہ سبحان اللہ مومن کبھی ناپاک نہیں ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۶: کتاب الغسل)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دل میں محبوبِ پروردگار عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعظیم وادب ملاحظہ ہو کہ صحابہ کرام بناوضو وغسل آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدسہ میں حاضر ہونا بے ادبی تصور کیا کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ پر غسل فرض تھا کہ اس وقت راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے یعنی نہ مصافحہ فرمایا اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئے بلکہ پہلے جا کر غسل فرمایا اس کے بعد بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دریافت فرمانے پر ارشاد فرمایا کہ بغیر طہارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہونا مجھے ناپسند ہے۔ سبحان اللہ غور فرمائیے کہ نہ ہی قرآنِ کریم میں کوئی ایسا حکم موجود ہے اور نہ ہی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا ارشاد فرمایا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسا کیوں کیا؟ سیدھا سا جواب ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان محبوب رب العالمین کی بے حد تعظیم و ادب فرمایا کرتے تھے اور ان کے دل میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع روشن تھی جو انہیں معمولی سی بے ادبی سے بھی روکے رکھتی تھی خواہ انہیں قرآن و حدیث میں ایسا کوئی حکم نہ ملا ہو لیکن یہ آپ علیہم الرضوان کے عشق و تعظیم کا فتویٰ تھا کہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی تعظیم کریں اور ایسی محبت کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہو۔ معترضین خود ہی فیصلہ کریں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بڑا بھائی گردانتے ہیں تو کیا ان کے خاندان میں بڑے بھائی کی ایسی ہی تعظیم کی جاتی ہے جیسی تعظیم صحابہ کرام اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کرتے تھے یا معاذ اللہ صحابہ کرام شرک میں مبتلا تھے؟۔

حدیث ۲: حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو نماز کا وقت ہونے پر اذان کہی گئی فرمایا ابو بکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں

عرض کی گئی ابوبکر نرم دل آدمی ہیں جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر سہ بارہ ارشاد فرمایا پس حضرت ابوبکر نکلے اور نماز پڑھانے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افاقہ محسوس کیا تو دو آدمیوں کے درمیان سہارا لئے ہوئے تشریف لائے حضرت ابوبکر نے ہٹنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر رہو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۲۹: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم وادب فرمایا کرتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز کی امامت کرنا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کا مقتدی بنانا بھی بے ادبی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف سمجھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ان کا دل گوارا نہیں کرتا تھا۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابوبکر نرم دل آدمی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے گویا وہ اپنے آپ کو اس جگہ کھڑے ہونے کے قابل ہی نہیں سمجھتے تھے کہ جہاں ان کے مہربان آقا صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر امامت فرمایا کرتے تھے۔ ساتھ ہی یہ بھی غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بے حد اصرار پر جب حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کھڑے ہو گئے اور دورانِ نماز سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کے دوران ہی اپنی جگہ سے ہٹنے لگے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امامت فرمائیں اور وہ مقتدیوں میں شامل ہو جائیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تعظیم انہیں اس بات کی اجازت ہی نہ دے رہی تھی کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی ہوں اور وہ خود امام یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی جگہ پر ٹھہرے رہنے کا اشارہ فرمایا۔

غور فرمائیے معترضین کا تو یہ نعرہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی ہی تعظیم کرو جتنی بڑے بھائی کی کی جاتی ہے تو کوئی ان سے پوچھے کہ وہ صحابہ کرام کے اس تعظیم وادب اور عشق ومحبت کو کس خانے میں فٹ کریں گے کیا شرک کے خانے میں؟ اور اگر ایسا ہی ہے تو ہر اہل ایمان ایسے مذہب پر لعنت بھیجتا ہے جہاں تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شرک کا فتویٰ عائد ہو۔ اللہ عزوجل ایسے برے مذہب کی بدبو سے بھی کوسوں دور رکھے (آمین)

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں نماز پڑھایا کرتے یہاں تک کہ جب پیر کا روز ہوا اور وہ نماز میں صف بستہ تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ ہٹایا اور ہماری طرف دیکھنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک گویا مصحف کا ورق تھا پھر (آپ صلی اللہ علیہ

وسلم) نے تبسم ریزی فرمائی ہم نے مصمم ارادہ کرلیا کہ ازراہ مسرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرتے رہیں پس حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ہٹنے لگے کہ صف میں مل جائیں یہ گمان کرتے ہوئے کہ شاید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے تشریف لے آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف اشارہ کیا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرادیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۴۴: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عشق وادب دیکھ کران کے ایمانِ کامل پر رشک آرہا ہے کہ ایسی تعظیم ومحبت واقعی انہی کا خاصہ ہے غور فرمائیے کہ صحابہ کرام نماز میں ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرمارہے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علالت کے سبب نماز میں شریک نہیں ایسے میں اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر متبسم رونق افروز ہوتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت فرمانے کی خواہش میں پیچھے ہٹنے لگے جبکہ صحابہ کرام کی خوشی کا یہ عالم کہ فرماتے ہیں کہ ہم نے مصمم ارادہ کرلیا خواہ نماز میں ہی ہیں لیکن اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کا میٹھا میٹھا دیدار کرتے رہیں یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے نماز پوری کرنے کا اشارہ فرمایا اور پردہ گرادیا۔ سبحان اللہ! ذرا غور فرمائیے کہ عشق ومحبت، ادب وتعظیم کی ایسی عظیم مثال کہاں نظر آتی ہے؟ اب تو نہ ویسا عشق ہے نہ ویسی تعظیم پھر بھی معترضین کے پیٹ میں اس ادنیٰ سے عشق اور معمولی سی تعظیم کرنے پر بھی مروڑ اٹھتے رہتے ہیں اگر یہ صحابہ کرام کے دور

میں ہوتے تو بیچارے پیٹ دبائے بھاگتے پھرتے لیکن کہیں شفا نہ ملتی یہاں تک کہ زمین بوس ہوجاتے۔غور فرمائیے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان وہ مبارک ہستیاں ہیں جنہوں نے براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا کیا وہ شرک میں مبتلا ہو سکتے ہیں؟ ان کے نزدیک تو دورانِ نماز سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کا دیدار کرنا اور دورانِ نماز خود مقتدی کی جگہ کھڑے ہوجانا اور سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے امامت کی جگہ خالی کر دینا عشق و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت ہے اور سرکارِ ابد قرار شفیع روز شمار صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے اس تعظیم و محبت پر شرک کا فتویٰ عائد نہیں کیا بلکہ تبسم فرمایا۔

حدیث ۴: حضرت سہل بن سعد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عمرو و بنی عوف کے پاس ان میں صلح کرانے کی غرض سے تشریف لے گئے نماز کا وقت ہوگیا تو مؤذن نے آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ لوگوں کو نماز پڑھادیں گے فرمایا ہاں چنانچہ اقامت کہی گئی پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم تشریف لے آئے (انہوں نے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹے اور صف میں آ ملے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے پس نماز پڑھی اور فارغ ہو کر فرمایا اے ابوبکر

تمہیں اپنی جگہ پر رہنے سے کس چیز نے روکا جبکہ میں نے حکم دیا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ ابن ابوقحافہ میں یہ جرأت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۴۸: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم کیا کرتے تھے کہ انہیں یہ بھی منظور نہ تھا کہ نماز میں بھی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کھڑے ہوں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بیان ہوئی کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹنے لگے تو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں امامت کرنے کا اشارہ فرمایا لیکن سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دورانِ نماز ہی پیچھے صف میں شامل ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کے لئے جگہ خالی کر دی اور جب نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پیچھے ہٹنے کی بابت ارشاد فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوقحافہ کا بیٹا ہرگز یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو خواہ نماز میں ہی صحیح غور فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع فرمانے کے باوجود حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے نہیں ہوئے اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا یہ عمل بے ادبی قرار نہیں دیا اور نہ ہی اس عمل پر فتویٰ عائد کیا کیوں؟ اس لئے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ

تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بناء پر کیا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمانیات کی اصل ہے جو اس سے محروم ہے وہ ایمان کی دولت سے محروم ہے اس لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقتدی اور خود کو امام بننا گوارا نہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دورانِ نماز ہی جگہ خالی کر دی اور ان کی اور مقتدیوں کی نماز نہیں ٹوٹی بلکہ برقرار رہی اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نماز دہرانے کے لئے کہا کیونکہ نماز خوشنودی رب کے لئے پڑھی جاتی ہے اور تعظیم رسول بھی خوشنودی رب کا ذریعہ ہے اور پھر نماز ملی بھی تو اسی کے صدقے میں ہے جس کی تعظیم میں وہ نماز میں امامت چھوڑ کر مقتدیوں میں شامل ہو گئے۔

حدیث ۵: ابن انس سے روایت ہے کہ انہوں نے سنا کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا لکڑی کا وہ تنا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ٹیک لگا کر) کھڑے ہوا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر رکھا گیا تو ہم نے اس تنے سے حاملہ اونٹنی جیسی آواز سنی یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے اور اس پر اپنا دست کرم رکھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۴۹: کتاب الجمعہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ عشق ومحبت میں تربتر ڈوبی نظر آتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لکڑی کے ایک خشک تنے سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے منبر تیار کیا گیا اور خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے اس تنے کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف لے گئے تو لکڑی کا وہ تنا ہچکیوں کے ساتھ زاروقطار رونے

لگا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی برداشت نہ کر پایا کہ اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے ٹیک لگانے کے بجائے منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ دیا کریں گے چنانچہ اس لکڑی کے تنے کی آہ وفغاں سے وہاں موجود صحابہ کرام کے دل بھی غمگین ہو گئے اور وہ بھی رونے لگے اس کی بے قراری و بے تابی حد سے گزرنے لگی یہاں تک کہ صحابہ کرام بھی بے چین و بے قرار ہو کر آہیں بھرنے لگے پھر یہ دلدوز غمگین منظر دیکھ کر سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنے کے پاس تشریف لائے اس پر دست اقدس پھیرا اور اسے جنت میں لگائے جانے کا مژدہ سنایا تب وہ خاموش ہوا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے آہ و زاری کرنے اور زار و قطار رونے کے سبب اس کا نام استوان حنانہ پڑ گیا اسے اس جگہ زمین میں دفن کر دیا گیا اب اس پر ایک ستون استوانِ حنانہ کے نام سے قائم ہے جو مسجد نبوی کے اندر ہے اور اہل عشق اس کے سامنے نوافل ادا کرتے ہیں اور اس محبت کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ محبت و عشق کی ایسی مثال آپ نے کہیں دیکھی ہے؟ دیکھئے صحابہ کرام علیہم الرضوان جہاں اتنی محبت و لگاؤ رکھا کرتے تھے وہاں لکڑی کا تنا بھی اس محبت کی دوڑ میں پیچھے نہیں رہا بلکہ اس نے بھی اپنی محبت کی ایسی داستان رقم کی جو تاریخ کے صفحوں پر سنہری حرفوں سے ہمیشہ ہمیشہ جگمگاتی رہے گی۔

حدیث ۶: حضرت حفصہ بنتِ سیرین رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو فرماتیں میرا باپ قربان۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۲۶: کتاب العیدین)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابیات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت کی شمع دل میں فروزاں کئے رہتی تھیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ حضرت ام عطیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرنے سے پہلے، یہ ضرور فرمایا کرتیں کہ میرا باپ قربان اور پھر یہی نہیں صحیح بخاری شریف میں جگہ جگہ ایسی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں صحابہ کرام علیہم الرضوان جب بھی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا کرتے تو پہلے ارشاد فرماتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ یہ سب کیا تھا؟ کیا قرآن وحدیث میں ایسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟ نہیں۔ تو پھر صحابہ کرام وصحابیات ایسا کیوں کیا کرتے تھے؟ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دین و ایمان کی جان تھے جب دین وایمان ایسی دولت ہے جس پر ایک مسلمان قیمتی سے قیمتی چیز بھی بلا تاخیر قربان کرسکتا ہے تو پھر اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تو ایمان کی جان ہیں پھر ان پر تو کچھ بھی قربان کردیں پھر بھی محبت کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام و صحابیات رضی اللہ عنہما کی محبت وعقیدت پر اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتویٰ عائد نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کرنے سے منع فرمایا بلکہ ان کی اس محبت وعقیدت کی وجہ سے انبیاء کرام کے بعد انہیں سب سے مقدس وافضل ہستیاں قرار دیا گیا۔

حدیث ۷: موسیٰ بن اسماعیل، عبدالعزیز بن مسلم، عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں ہر ہفتے کو پیدل اور سوار ہو کر تشریف لایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ

رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۱۴: نفل مسجد قباء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واتباع کا یہ عالم تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عمل مبارک پر نظر رکھتے تھے اور پوری کوشش کرتے تھے کہ وہ بھی ہر کام کو اسی طرح انجام دے کر محبت واتباع کی نئی مثال قائم کریں جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہفتے کو پیدل، کبھی سوار مسجد قباء تشریف لاتے اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں ہفتے کے ہی روز کبھی پیدل کبھی سوار مسجد قباء تشریف لے جاتے۔ غور فرمائیے کہ ایسا کیوں کرتے تھے؟ سیدھا سا جواب ہے کہ محبت انسان کو محبوب کے رنگ میں رنگ دیتی ہے یہاں تک کہ اس کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، کھانا پینا، غرض ہر ہر طرز عمل اپنے محبوب آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطابقت کرنے لگتا ہے یہی حال شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں کا ہے کہ وہ اپنا اٹھنا بیٹھنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا غرض ہر ہر عمل محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے مطابق کرلینا چاہتے تھے انھی کے رنگ میں رنگ جانا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسا کرتے ہوئے دیکھتے خود بھی وہی طرزِ عمل اپنا لیتے تاکہ صحیح معنوں میں محبت کا حق ادا ہو سکے۔

حدیث ۸: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر بلایا جو آپ کے لئے تیار

کروایا تھا حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں بھی اس کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور روٹی اور کدو گوشت والا شوربہ رکھا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالے کے اردگرد سے کدو کے ٹکڑے تلاش کرتے اس روز سے میں ہمیشہ کدو پسند کرنے لگ گیا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۹۵۲: کتاب البیوع)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ عشق ومحبت کی ایک انوکھی مثال نظر آئے گی وہ محبت جو صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے پیارے مہربان آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ محبت جتنی شدید ہوگی اتنا ہی اپنا اثر ورنگ دکھائے گی جیسا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ ہوا کہ ان کی محبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر شدید اور طاقتور تھی کہ اس محبت میں صحابہ کرام کو ہر طرف بس اپنے رؤف ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی نظر آتی ان کا سوچنا، ان کا دیکھنا، ان کا چلنا پھرنا، ان کا کھانا پینا، غرض زندگی کا ہر پہلو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی ختم ہو جاتا کہنے کا مطلب یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت صحابہ کرام پر اس قدر حاوی تھی اور اس قدر اثر انگیز تھی کہ صحابہ کرام نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال مبارک کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کا نمونہ بننے کی پوری کوشش کیا کرتے تاکہ صحیح معنوں میں عاشق صادق شمار کئے جائیں۔ ان کی محبت وعشق کا یہ عالم تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنے لئے پسند فرماتے صحابہ

کرام بھی اس پسند کو اپنی پسند بنا لیتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عمل کرتے صحابہ کرام بھی اس عمل پر چلنا شروع کر دیتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ارشاد فرماتے صحابہ کرام اس پر پورا اترنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیتے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرماتے ہیں تو اسی روز سے حضرت انس بن مالک کدو پسند کرنے لگے حالانکہ غور فرمائیے کہ پسند ناپسند پر انسان کا دل اختیار میں نہیں ہوتا لیکن سچی محبت وہی ہوتی ہے جس میں انسان اپنا دل محبوب کے حوالے کر دے چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ وہ عاشق صادق تھے کہ جو اپنی پسند ناپسند کے حصار سے نکل کر آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ناپسند کے حصار میں آ گئے تھے یہی ان کے سچے عشق کی علامت ہے۔ معترضین بھی غور فرما ہی لیں کہ یہ سب کیا ہے؟ اگر حضرت انس کدو پسند نہیں بھی کرتے تو نہ کوئی گناہ ہوتا نہ ہی نافرمانی لیکن دیکھئے کہ محبت کا عالم کہ جہاں ان معترضین کے بتائے ہوئے شرک کی حد ختم ہوتی ہے وہاں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی محبت شروع ہوتی ہے کیونکہ

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حدیث ۹: ابو اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیقعد میں عمرے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں داخلے سے اہل مکہ مانع ہوئے یہاں تک کہ ان کے درمیان فیصلہ ہوا کہ اس میں تین دن ٹھہریں

جب معاہدہ لکھا جارہا تھا تو لکھا کہ یہ وہ ہے جس کا اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا انہوں نے (اہل مکہ) نے کہا ہم اسے تسلیم نہیں کرتے کیونکہ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے تو روکتے کیوں؟ بلکہ آپ تو محمد بن عبداللہ ہیں۔ فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور محمد بن عبداللہ ہوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ محمد رسول اللہ کو مٹادو عرض گزار ہوئے کہ نہیں خدا کی قسم میں تو آپ کو (آپ کے نام کو) کبھی نہیں مٹاؤں گا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کو لے لیا اور لکھ دیا کہ یہ وہ ہے جو محمد بن عبداللہ نے فیصلہ کیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۰۷: کتاب الصلح)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا مثالی عشق تھا جس کی جتنی بھی مثال تلاش کی جائے ملنا ناممکن ہے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمایئے کہ جب کفارِ مکہ نے معاہدے نامہ پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لکھے جانے پر اعتراض کیا اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میرا نام محمد رسول اللہ مٹا کر محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھ دو تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میں آپ کے نام کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ انہیں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کاغذ پر لکھا ہوا نام مٹانا تک گوارا نہ تھا ان کی محبت ہرگز یہ بھی پسند نہ کرتی کہ ان کے ہاتھ سے ان کے آقا کا نام مٹایا جائے حالانکہ دیکھیں کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نام مٹا بھی دیتے تو اللہ اور اس کے رسول کو یہ بات ناگوار بھی نہ گزرتی اور اگر آپ اپنے آقا کا نام مٹا بھی دیتے تو

آپ کی بلند پایہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی کمی واقع نہ ہوتی لیکن دیکھئے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوچنے کا انداز کتنا نرالا و منفرد تھا کہ وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر پروانہ وار جان چھڑکتے اور نثار ہوتے تھے کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سی بے ادبی بھی انہیں گوارا نہ تھی جبکہ ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسے بے ادبی خیال نہ کرتے لیکن دیکھئے تعظیم وعشق کا یہ نرالا انداز صحابہ کرام کی حیاتِ مبارکہ میں جگہ جگہ نظر آتا ہے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا تھا اور ان کی تعظیم کا یہ عالم کہ بڑے بڑے نامور اور بلند و بالا شان وشوکت والے بادشاہوں کی بھی ایسی تعظیم نہ کسی نے کی نہ کی جاسکتی ہے جیسی تعظیم صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا ومولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا کرتے تھے۔

حدیث ۱۰: حضرت عبداللہ بن ابوکعب کا بیان ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ انہوں نے ابن حدود سے مسجد میں قرض کا مطالبہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ان پر تھا پس ان دونوں کی آوازیں اونچی ہوگئیں یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کاشانۂ اقدس میں جلوہ افروز تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی پاس باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپ کے حجرے کا پردہ ہٹ گیا پس کعب بن مالک کو آواز دیتے ہوئے فرمایا اے کعب! وہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک سے اشارہ فرمایا کہ نصف معاف کردو حضرت کعب عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایسا ہی کردیا

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مقروض) سے فرمایا کہ جاؤ اور ادا کردو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۱۷: کتاب الصلح)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اتباع رسول و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر بلا چون و چرا سر تسلیم خم فرمایا کرتے تھے ان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہی کافی ہوا کرتا تھا کہ فوراً تعمیل بجالاتے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ایک شخص سے اپنی رقم کا مطالبہ کررہے تھے جو انہوں نے بطور قرض دی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ مقروض رقم ادا کرنے سے قاصر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی رقم واپس لینے پر بضد ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا کہ نصف رقم معاف کردیں اور نصف رقم لے لیں چنانچہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے باوجود اس کے کہ اپنی پوری رقم حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ فرمانے پر بلا چون و چرا نصف قرضہ معاف کردیا۔ تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دل میں تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر شدت کے ساتھ موجود تھی کہ وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر چند لمحے غور کرنے کا توقف بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ جیسے ہی حکم موصول ہوتا اپنی مرضی، اپنا فائدہ، اپنی خواہش سب کچھ پس پشت ڈال کر حکم کی تعمیل بجالاتے اور شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

کے یہ پروانے سو جان سے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔

حدیث ۱۱: حضرت میسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ اور مروان سے روایت ہے کہ زمانہ حدیبیہ میں عروہ بن مسعود (جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے) بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگا لیکن جب وہ کوئی بات کہتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا پس جب عروہ نے اپنا ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے لگایا تو مغیرہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تلوار کے قبضے پر پہنچا اور فرمایا عروہ! اپنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے دور ہٹالے عروہ نے نگاہیں اوپر اٹھا کر دیکھا پوچھا یہ کون ہیں لوگوں نے جواب دیا یہ حضرت معیزہ بن شعبہ ہیں پھر وہ اصحابِ رسول کو غور سے دیکھنے لگا راوی کا بیان ہے کہ وہ دیکھتا رہا جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تو فوراً وہ کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں آتا جس کو وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا تھا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا حکم دیتے تو اس کی فوراً تعمیل ہو جاتی تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کو حاصل کرنے کے لئے ٹوٹ پڑتے تھے اور ایک دوسرے پر سبق لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی تھی کہ یہ پانی میں حاصل کروں جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گفتگو کرتے تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے تھے اور

نہایت تعظیم کے باعث آپ کی طرف نظر جما کرنہیں دیکھتے تھے اس کے بعد عروہ اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کے پاس لوٹ گیا اور ان سے کہنے لگا اے قوم! واللہ میں بادشاہوں کے دربار میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا ہوں، لیکن خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہوں جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں خدا کی قسم جب وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) تھوکتے ہیں تو ان کا لعابِ دہن کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی حکم دیتے ہیں تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے جب وہ وضو فرماتے ہیں تو یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے پر ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے پر آمادہ ہو جائیں گے وہ ان کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور نہایت تعظیم کے سبب وہ ان کی طرف آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۴۸: کتاب الشروط)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے پتا چلا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو اس وقت اسلام نہ لائے تھے شمع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار پروانوں رضوان اللہ اجمعین کا یہ حال بچشم خود دیکھا کہ جب بھی رسول اللہ للہ صلی اللہ علیہ وسلم تھوکتے تو صحابہ کرام اسے زمین پر نہ گرنے دیتے بلکہ گرنے سے پہلے ہی اس تھوک مبارک کو اپنی ہتھیلیوں پر لے لیتے جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے اور جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے تو وضو کا

پانی حاصل کرنے کے لئے صحابہ کرام ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے کہ لگتا تھا کہ ابھی لڑنے لگیں گے ان سب کی یہ کوشش ہوتی کہ وضو کا یہ مبارک پانی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو چھو چکا ہے اس مبارک و پاکیزہ پانی کی خواہ ایک بوند ہی صحیح کسی نہ کسی طرح انہیں حاصل ہو جائے اور وہ اسے حاصل کر لے اور اگر بوند بھی نہ ملتی تو صحابہ کرام اس جگہ کی تری ہی حاصل کر لیتے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو چھوتا ہوا وہ مبارک پانی گرتا اور اس پاکیزہ و مقدس پانی کو اپنے چہروں اور بدن پر مل لیتے اور یہی نہیں بلکہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے یہ بھی دیکھا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسقدر ادب اور اس قدر تعظیم کیا کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر بات نہ کیا کرتے تھے بلکہ ان کی نگاہیں جھکی ہوا کرتی تھیں اور ہمہ تن گوش ہو کر ارشاد پاک سنا کرتے یا اپنی عرض بیان کیا کرتے تو کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر جما کر بات کرتا یا ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا اور اسی ادب و تعظیم کے باعث ان کی آوازیں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بے حد پست یا ہلکی ہوا کرتی تھیں حضرت عروہ بن مسعود نے کفار مکہ کو قسم کھا کھا کر ان جانثارانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم کا نقشہ کھینچا اور بتایا کہ بڑے بڑے درباروں میں کسی بادشاہ کی ایسی تعظیم و ادب اور ایسی محبت و لگاؤ میں نے نہیں دیکھا جیسی محبت و عقیدت و تعظیم صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ غور فرمائیے کہ صحابہ کرام اس قدر تعظیم، اس قدر ادب، اس قدر محبت و عقیدت کیوں کیا کرتے تھے؟ جبکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم نے انہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نگاہ اٹھا کر بات نہ کرنا یا ان کے وضو کے پانی یا تھوک مبارک کو زمین پر نہ گرنے دینا اور اسے حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرنا اور حاصل کرنے کے بعد اسے چہرے اور جسم پر مل لینا اور دیکھو خبر دار لعاب دہن یا وضو کے پانی کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گرنے پائے بلکہ اسے اپنے ہاتھوں پر لینا جب ایسا کوئی حکم نہیں دیا تھا تو پھر صحابہ کرام یہ سب کیوں اور کس لئے کیا کرتے تھے اور اگر کرتے بھی تھے تو اللہ عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کیوں نہیں فرمایا تو اس کا جواب یقیناً معترضین کے پاس تو ہر گز نہیں ملے گا کہ ایسے سوالوں پر بیچاروں کی سٹی گم ہو جاتی ہے منہ میں گنگھیاں پڑ جاتی ہیں اور زبان تالو سے لگ جاتی ہے ہاں الحمد للہ ہم اہلسنّت کے پاس اس کا جواب موجود ہے اور وہ بھی سیدھا سا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ سب کچھ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، عقیدت و محبت میں کیا کرتے تھے اور جیسی اس محبوبِ رب العالمین کی شان ہے ویسی ہی اس سے محبت رکھنے کا حق ہے لہٰذا محبت کرنے کے لئے کسی کے حکم یا اشارے کا انتظار نہیں کیا جاتا نہ ہی تعظیم و ادب کے لئے سوچ بچار کی جاتی ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان بخوبی جانتے تھے کہ جس نے رسول سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی، جس نے رسول کو راضی کیا اس نے اللہ کو راضی کیا اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور تعظیم و محبت کرتے وقت یہ ارشاد نبوی بھی پیش نظر رہتا تھا کہ "تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اسے اس کی جان

سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں" لہٰذا صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے اور ان کی تعظیم و محبت و عقیدت کا حق ادا کرنے کی جی جان سے کوشش کیا کرتے تھے ان کے اندازِ محبت و انداز تعظیم اسی لئے مثالی تھے کہ ان کے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مثالی تھے جس پائے کا محبوب ویسی ہی محبت نہ کہ شرک۔ یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرام نے اس محبت و تعظیم کے تقاضے کو پورا کیا تو فرشتوں سے بھی اعلیٰ مقام پالیا اور اللہ عزوجل کی محبت کو حاصل کرلیا کہ ایسی دیوانگی والی محبت شرک ہوتی تو انہیں ایسا اعلیٰ وارفع مقام عطا نہ فرمایا جاتا۔

حدیث ۱۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے قیصر روم کے لئے مکتوب گرامی لکھوانے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا کہ وہ لوگ ایسے خط کو پڑھتے بھی نہیں جس پر مہر نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں جگمگا رہی ہے اس پر یہ الفاظ نقش کروائے تھے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۸۴۲: کتاب الجہاد والسیر)

حدیث ۱۳: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اچانک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابطح میں ایک خیمے کے اندر جلوہ افروز تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے گویا میں آپ کی مبارک پنڈلیوں کی سفیدی اب بھی دیکھ رہا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۲۳: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت کا ایک اور نرالا انداز ملاحظہ فرمائیے کہ صحابہ کرام تصورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبے رہا کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر چیز، ہر ہر انداز، ہر ہر ادا اور ہر ہر بات ان کے دل ودماغ میں ایسی رچ بس گئی تھی اور ایسی سمائی رہتی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو مدتوں بعد بھی ایسی یاد تھیں جیسے ابھی کی بات ہو جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک میں موجود انگوٹھی کا ذکر کیا اور حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلی مبارک کا نقشہ کھینچا تصور وخیال کا یہ انداز صحابہ کرام کی گہری محبت وعقیدہ کی عکاسی کرتا ہے جو انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔

حدیث ۱۴: عبداللہ بن ابوطلحہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا جو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیار کروایا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گیا میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالے کی ہر جانب سے کدو تلاش کر کے نکال رہے تھے اس روز سے میں بھی کدو کو غایت درجہ پسند کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۹۹۰: کتاب الاطعمہ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ

کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے تابع بنالیا تھا اور محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عاشق اپنے محبوب کی پسند کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لیتا ہے اور اپنے محبوب کی پسند ناپسند پر اپنی پسند ناپسند کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان صحیح معنوں میں عاشقانِ رسول تھے وہ ہر اس چیز کو پسند کرتے جسے آقا صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے اور ہر اس چیز سے گریز فرماتے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا کہ جب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالن کے پیالے میں سے کدو کے قتلے تلاش کر کے تناول فرما رہے ہیں تو اس روز سے میں کدو کو بہت ہی پسند کرنے لگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان آپ رضی اللہ عنہ کی محبت و عشق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حدیث ۱۵: ابو حازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک عورت بردہ (چادر) لے کر حاضر بارگاہ ہوئی اور عرض گزار ہوئی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چادر آپ کے استعمال کرنے کے لئے میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ازار کی جگہ باندھ کر ہمارے پاس تشریف لائے لوگوں میں سے ایک آدمی نے اسے چھوا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ مجھے پہنا دیجئے فرمایا اچھا پھر جب واپس تشریف لے گئے تو چادر لپیٹ کر اس کے پاس بھیج دی لوگوں نے اس سے کہا کہ تم نے اچھا نہیں کیا تم نے یہ چادر مانگ لی حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو رد نہیں فرماتے اس آدمی نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے یہ صرف اس لئے مانگی ہے کہ جس روز میں مروں تو یہ میرا کفن بنے

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہی اس کا کفن بنی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۰۰: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عشق ملاحظہ فرمائیے کہ ان کی یہ حالت تھی کہ جو چیز سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے مس ہوگئی اسے صحابہ کرام اپنے لئے قیمتی اثاثہ سمجھتے تھے یہاں تک کہ مرتے وقت اور مرنے کے بعد بھی اپنے سے جدا کرنے کا تصور بھی نہ کرتے تھے چنانچہ ان صحابی کا چادر طلب کرنا اور اس چادر مبارک کو اپنے لئے کفن بنانے کی خواہش رکھنا اس عشق کا واضح ثبوت ہے جو انہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔

حدیث ۱۶: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (ان کی والدہ ماجدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو مجھ سے فرمایا کہ اے انس اس لڑکے کا خیال رکھنا کہ اسے کوئی چیز نہ کھلائی پلائی جائے یہاں تک کہ صبح اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جا کر تحنیک کروالی جائے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۱۳: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہی نہیں بلکہ صحابیات بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت فرمایا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکت ان کی زندگیوں میں اہم ترین مقام رکھتی تھی۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی اس عشق کی غمازی کررہی ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ نے اپنے نوزائیدہ بیٹے کے منہ میں سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک منہ سے نکلی ہوئی چیز کھلانا ضروری سمجھا اور اسی لئے تاکید بھی فرمادی کہ

اس بچے کو اس سے پہلے کوئی چیز نہ کھلائی جائے تاکہ یہ بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں تحنیک کی سعادت سے محروم نہ رہے۔

حدیث ۱۷: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لے کر آئے تو لوگ وضو کے پانی کو حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جا رہے تھے جس کو مل جاتا وہ اسے اپنے اوپر مل لیتا اور جس کو اس میں سے نہ ملا وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری سے اپنے ہاتھ تر کر لیتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۴۹: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کے چند قطرے حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر کوشاں نظر آتے ہیں کہ کسی طرح یہ چند قطرے اسے مل جائیں اور وہ ان مبارک قطروں کو اپنے اوپر مل لے یہاں تک جو وہ قطرے بھی حاصل نہ کر سکے تو وہ کسی دوسرے کے تر ہاتھ پر اپنا ہاتھ پھیر کر اسے اپنے جسموں پر مل لینے کی جستجو میں لگا ہوا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ عشق پر فتویٰ لگانے والے غور کریں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان یہ سب کیوں کر رہے تھے؟ اگر یہ شرک و بدعت تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کیوں نہیں ٹوکا؟ تو معلوم ہوا کہ نبی کی تعظیم و توقیر اور اس سے عشق و محبت کے یہ مظاہرے شرک نہیں بلکہ عشق و محبت اور تعظیم و توقیر کے تقاضے تھے کہ جس سے محبت کی جائے اس سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز سے محبت محسوس ہونے لگے لہٰذا عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کے اندازِ محبت پر شرک شرک کی

گردان کرنا محض جہالت ہے۔ جان لینا چاہئے کہ تمام تر عبادتوں اور ریاضتوں کی اصل تعظیم نبی وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر یہ نہیں تو تمام تر عبادتیں زائل ہیں۔

محمد ﷺ کی محبت دینِ حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہے اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

حدیث ۱۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی ایک انگوٹھی پہنی اور اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھا تو لوگوں نے بھی پہننی شروع کردی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پھینک دی اور چاندی کی انگوٹھی تیار کروالی تو لوگوں نے بھی چاندی کی انگوٹھیاں بنوالیں۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۵۵: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عشق ومحبت کی جیتی جاگتی تصویر ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا اپنانے کے لئے ہر دم تیار رہتے تھے اور جیسے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتا دیکھتے فوراً ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل مبارک پر عمل پیرا ہو جاتے اور ایسا کرنے میں انہیں کوئی امر مانع نہیں ہوتا تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جس عشق ومحبت کا وہ دعویٰ کرتے ہیں اس کا تقاضا ہی یہی ہے کہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر ادا کو اپنا کر مدنی رنگ میں رنگ جائیں تاکہ ان کے اعمال وان کی عبادتیں شرفِ قبولیت پاجائیں۔

حدیث ۱۹: نافع بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ نے فرمایا ''میں مدینہ منورہ کے بازاروں میں سے ایک بازار کے

اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے تو میں بھی واپس لوٹا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ حسن بن علی کو بلاؤ چنانچہ حسن بن علی کھڑے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سینے سے لگا کر فرمایا اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے محبت کر جو اس سے محبت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس وقت سے کوئی اور مجھے حسن بن علی سے زیادہ پیارا نہیں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۷۲: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور مثال سامنے آئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ہر اس شخص کو محبوب رکھتے تھے جو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہوا کرتا تھا یہ عشق و محبت کی معراج نہیں تو اور کیا ہے کہ محبت جو بالکل غیر اختیاری جذبہ ہے یعنی کسی کو پسند کرنا یا ناپسند رکھنا انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا لیکن صحابہ کرام کا دیوانگی عشق ملاحظہ فرمائیے کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے تھے اور چاہتے تھے کہ صحابہ کرام کے دل میں بھی خود بخود اس کے لئے الفت و محبت پیدا ہو جایا کرتی تھی یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ چاہتے تھے کیونکہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبوب تھے۔

حدیث ۲۰: قتادہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب قائم ہو گی؟ فرمایا تم نے اس کے لئے کیا تیاری کر لی ہے؟ عرض کی کہ میں نے تیاری تو نہیں

کی لیکن اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہوں فرمایا کہ تم تو اس کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو پس ہم عرض گزار ہوئے کیا ہمارا معاملہ بھی یہی ہے؟ فرمایا ہاں! اس روز ہمیں بہت ہی خوشی ہوئی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۷۴۳: کتاب الادب)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ ایمان کی بنیاد عشق الٰہی و عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ صراحتاً یہ امر واضح کر رہی ہے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست و محبوب نہیں رکھتا اس کی عبادتیں و ریاضتیں سب رائیگاں ہیں جبکہ اگر اس کا دل عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہے تو اس کی نجات یقینی ہے چنانچہ یہ بات ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ان سے عشق و محبت کی منازل طے کر لیتا ہے تو اس کے لئے کامرانیاں ہی کامرانیاں ہیں لہٰذا تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شرک کا فتویٰ لگانا کہ جی رسول کی اتنی ہی تعظیم کرو جتنی کہ بڑے بھائی کی کی جاتی ہے ورنہ زیادہ تعظیم و توقیر شرک ہے اور اسی طرح عشق رسول پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگانا کہ جی رسول بھی بشر تھے لہٰذا محبت بھی بشر جیسی ہی کی جائے ورنہ مشرک ہو جاؤ گے یہ تمام تر لغویات بکنے والے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کریں اور جان لیں کہ:

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

حدیث ۲۱: ثمامہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چمڑے کا گدا بچھایا کرتی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گدے پر قیلولہ فرمایا

کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوجاتے تو میں آپ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کرلیتی اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملالیا کرتی۔ ثمامہ کا بیان ہے کہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے ان کا بیان ہے کہ وہی خوشبو ان کے کفن کو لگائی گئی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۸۵۵: کتاب الاستئذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مہکتی خوشبو سے معطر معطر ہے ملاحظہ فرمائیے کہ صحابہ کرام اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت فرمایا کرتے تھے کہ انہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر چیز حتیٰ کہ پسینہ مبارک وموئے مبارک تک جان سے عزیز تر تھے۔ اب ذرا تنقید نگار اپنے آپ سے یا اپنے چھوٹے بڑے چیلوں سے پوچھیں کہ بڑے بھائی یا کسی انسان سے ایسی محبت کی جاتی ہے کہ اس کا پسینہ اور بال وغیرہ بھی اپنے سینے سے لگا کر رکھے جاتے ہیں اور بعد مرنے کے انہیں قبر میں بھی ساتھ رکھنے کی وصیت کی جاتی ہے؟ تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت والفت رکھنے کے لئے بشر یا اپنے بڑے بھائی جیسی محبت وتعظیم کی شرط لگانا محض شیطانی عقل کا فتویٰ ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ایسی محبت کرنے کا نہ ہی قرآن نے حکم دیا تھا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے کو کہا تھا یہ صحابہ کرام کی دیوانگی ومحبت کا انداز تھا جس پر نہ ہی اللہ عزوجل نے انہیں ٹوکا اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا کہ میری اتنی تعظیم ومحبت

نہ کرو یہ شرک ہو جائے گا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انہیں جنتی ہونے کا مژدہ سنایا تو معلوم ہوا کہ عام بشر صرف بشر ہوتا ہے اور رسول رسول۔ کوئی بشر رسول کا مقابلہ تو کجا مقابلے کا تصور بھی بشر کے لئے نادانی وحماقت ہے لہٰذا ایسی تعظیم ومحبت کو شرک قرار دینا صرف اور صرف شیطانی پروپیگنڈہ ہے اگر صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا ہے تو تعظیم وعشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جان بھی قربان کرنی پڑے تو دریغ نہ کیا جائے۔

حدیث ۲۲: ابوعقیل زہرہ بن معبد نے اپنے جدامجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے اپنی جان کے اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات نہیں بنے گی قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک میں تمہیں اپنی جان سے بھی محبوب نہ ہو جاؤں حضرت عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ خدا کی قسم! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی جان سے بھی پیارے ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! بات اب بنی ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۱۸۵: کتاب الایمان والنذور)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی اس امر کی وضاحت کر رہی ہے کہ جب تک دل میں عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سمندر موجزن نہ ہو اس وقت تک کوئی کامیابی نہیں لیکن جس نے آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنالیا یہاں تک کہ اپنی جان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بے وقعت و بے حیثیت نظر آنے لگے تو جان لیجئے کہ صحیح معنوں میں کامیابی اب حاصل ہوئی ہے صحیح معنوں میں نجات کا راستہ ہمارے سامنے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی ارشاد فرمارہے ہیں کہ جس نے مجھے اپنی جان سے عزیز رکھا اس نے منزل پالی بصورت دیگر اس کے لئے کوئی نجات نہیں کوئی کامیابی نہیں۔

حدیث ۲۳: ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو مجھے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے فرمایا کہ میرے ساتھ گھر چلو تا کہ میں تمہیں اس پیالے میں پلاؤں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیا کرتے تھے اور اس مسجد میں نماز پڑھاؤں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پس میں ان کے ساتھ چلا گیا۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۹۴۳: کتاب الاعتصام)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی نظر آتی ہے کہ جس چیز کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہو جائے وہ چیز صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنی جان سے زیادہ سنبھال کر رکھتے تھے اور اس پر فخر فرمایا کرتے تھے حالانکہ ایسا کرنے کے لئے انہیں نہ ہی کوئی حکم دیا گیا تھا اور نہ ہی وہ ایسا کرنے کے پابند تھے اس کے باوجود ان کا عشق انہیں اس امر پر اکساتا تھا کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ یادگاروں کو اپنے پاس سنبھال کر رکھیں اور اس کی تعظیم وتوقیر بجالائیں لہٰذا آج اگر کوئی ایسی محبت و تعظیم وتوقیر پر شرک کا فتویٰ صادر کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی

چیزوں، ان مقامات، ان آثار مبارکہ سے محبت و تعظیم کرنے پر کسی عاشق کو مشرک ٹھہرائے تو کوئی پوچھے کہ کیا یہ مشرک کا فتویٰ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی لگاؤ گے؟ ہم نے تو یہ عشق و محبت کے نرالے انداز انہی سے سیکھے ہیں لہٰذا آپ اپنے فتوے اور اپنے شیطانی مُلّے اپنے لئے سنبھال کر رکھیں کیونکہ آپ کا کوئی فتویٰ اور آپ کا کوئی مُلّا ہمیں عشق و محبت و تعظیم و توقیر سے نہیں روک سکتا خواہ جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

حدیث ۲۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ قیامت کے روز میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی میں عرض کروں گا کہ اے رب جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو اسے بھی جنت میں داخل فرمادے پس وہ داخل ہو جائیں گے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ گویا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۰۰۰: کتاب التوحید)

ف: سبحان اللہ! عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انوکھا و نرالا انداز ملاحظہ فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت صحابہ کرام فرمایا کرے تھے کہ دل و دماغ میں ہر لمحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا مشکبار بسا رہتا تھا یہ تصور اسی عشق اور محبت کا سبب تھا جس میں صحابہ کرام اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ہر انداز، ہر ہر بات، ہر ہر ادا صحابہ کرام کے دل و دماغ میں ایسی رچ بس گئی تھی کہ ہر موقع پر انہیں ایسا محسوس ہوتا کہ وہ واقعتاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے ہیں یہ کمال درجے کی محبت تھی جو اپنی مثال آپ تھی اور صحابہ کرام ایسی محبت کو فخر سے بیان فرمایا کرتے تھے جبکہ ایسی محبت

کی ادنیٰ سی بھی مثال کہیں دکھائی دے تو شیطانی ٹولے شرک شرک کی گردان کرتے اس کا پیچھا لے لیتے ہیں۔ اللہ عزوجل ان خبیث لوگوں سے بچائے اور صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

حدیث ۲۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب غزوہ احد کا وقت آ گیا تو میرے والد ماجد نے مجھے رات کے وقت بلایا اور فرمایا میں یہی دیکھتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے سب سے پہلے میں شہید کیا جاؤں گا اور میں اپنے بعد کسی کو نہیں چھوڑ رہا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ مجھے تم سے عزیز ہو میرے اوپر قرض ہے اسے ادا کر دینا اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا صبح ہوئی تو سب سے پہلے وہی شہید کئے گئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲۶۳: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت کیا کرتے تھے کہ اتنی محبت دنیا میں انہیں کسی سے نہ تھی یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی اولاد تک سے زیادہ محبوب تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ذکر ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے زیادہ عزیز و محبوب رکھا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کی بنیاد اور ایمان کی جان ہے اگر وہ نہیں تو ایمان مکمل ہی نہیں ہوا لہٰذا تمام تر عبادتیں بے کار ہیں اگر ایمان چاہتے ہیں عبادتوں کو مقبول بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہوگی ایسی محبت کہ اس

محبت کے آگے بڑی سے بڑی نعمت بڑے سے بڑا رشتہ بھی یہاں تک کہ اپنی جان کی بھی کوئی حیثیت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم مبارک پر چلنے کی اور ایسی محبت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے (آمین)

حدیث ۲۶: زید بن اسلم کے والد ماجد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے کہا خدا کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں نہ دیتا پھر فرمایا ہمارا رمل سے کیا واسطہ؟ ہم نے یہ مشرکوں کو دکھانے کے لئے کی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا پھر فرمایا کہ اسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لہٰذا ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۵۰۴: کتاب المناسک)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ عشق و تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ثبوت ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے کہ آپ رضی اللہ عنہ حجر اسود سے اس لئے محبت نہیں فرماتے تھے کہ وہ ایک جنتی پتھر ہے بلکہ اسے اس لئے بوسہ دیا کرتے اور اس لئے محبوب رکھا کرتی تھی اس پتھر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ دیا کرتے تھے گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنت اور اس کی چیزوں سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت فرمایا کرتے تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہر ہر چیز انہیں جنت سے بھی پیاری تھی چنانچہ مدینہ شریف سے محبت رکھنے والوں پر مشرک ہونے کا فتویٰ صادر کرنے والے دل کی آنکھیں کھول کر

بغوراس حدیث مبارکہ کا مطالعہ کریں تو انہیں سمجھ آجائے گا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ شہر مدینہ سے محبت رکھنا اور اس کی
زیارت کا ارمان دل میں رکھنا یا اس کی زیارت کی نیت سے سفر کا
قصد کرنا مشرکوں کا نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شعار ہے ان
کی مبارک سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام علیہم الرضوان
کے شعار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ
میں صرف یہی واضح نہیں ہوتا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ چیزوں کو جنت کی نعمتوں پر ترجیح دیا
کرتے تھے بلکہ ساتھ ہی یہ بھی واضح ہو گیا عبادتوں کے ارکان بھی
انہیں اس لئے محبوب تھے کہ ان ارکان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ادا فرمایا تھا جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دورانِ
طواف ''رمل'' کے متعلق ارشاد فرمایا کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے ایسا کیا تھا لہٰذا ہم اسے چھوڑنا پسند نہیں کرتے۔ آپ رضی
اللہ عنہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ چونکہ رمل کو طواف کا ایک عمل
قرار دیا گیا ہے اس لئے ہم اسے کرتے ہیں یا یہ نہیں فرمایا کہ طواف
کے لئے رمل ضروری ہے بلکہ فرمایا کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کیا اس لئے ہم اسے پسند کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ صحابہ کرام
علیہم الرضوان اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا سے
محبت کیا کرتے تھے اور الحمدللہ ہم اہلسنّت و جماعت بھی صحابہ کرام
علیہم الرضوان کی اس مبارک سنت کو اپنائے ہوئے ہیں خواہ کوئی
شرک کا فتویٰ لگائے یا بدعت کا لیکن ہم ان شاءاللہ صحابہ کرام کے اس
شعار کو نہ چھوڑیں گے۔

باب دوم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا "علم غیب"

اور

بخاری شریف

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب واقفِ اسرار ورموز، دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو لامتناہی علوم غیبیہ سے نوازا ہے یہاں تک کہ دنیا کی ابتداء سے لے کر قیامت تک کے بلکہ قیامت کے بعد تک کے حالات وواقعات سے تفصیلی طور پر مطلع فرمایا ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ ماکان ومایکون کا علم بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا علم نہیں بلکہ آپ کو اللہ عزوجل نے جو اپنی ذات وصفات کا علم عطا فرمایا ہے لوح وقلم کا علم اس علم کا ایک معمولی حصہ ہے۔

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"علم غیب"

جیسا کہ درج ذیل بیان کی گئی صحیح بخاری شریف کی احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

حدیث ۱: ابو مرہ عقیل بن ابو طالب نے حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں جلوہ افروز تھے اور صحابہ کرام جیسے پروانوں نے آپ کو جھرمٹ میں لیا ہوا تھا کہ تین آدمی آگئے ان میں ایک نے مجلس میں خالی جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا جبکہ دوسرا لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا جبکہ تیسرا پیٹھ پھیر کر چلا گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کیا میں تمہیں ان تینوں شخصوں کا حال نہ بتاؤں، ان میں ایک اللہ کی طرف آیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے جگہ دے دی۔ دوسرے نے حیا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے حیاء فرمائی اور تیسرے نے منہ پھیرا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے منہ پھیر لیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۶: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں اور ان کے معاملات سے بخوبی واقف

ہیں جبھی تو مجلس میں آنے والے تین اشخاص کے متعلق آپ نے واضح ارشاد فرمادیا کہ ایک شخص اللہ عزوجل کی طرف آنا چاہتا تھا یعنی دین کی باتیں سننا چاہتا تھا تو اللہ عزوجل نے اسے جگہ عنایت فرمادی اور اسے اس کی خواہش کے مطابق سننے کا موقع عطا فرمادیا دوسرے شخص نے حیاء کی تو اللہ عزوجل نے اس سے حیاء فرمائی اور تیسرا آنے والا اللہ عزوجل سے منہ پھیرنے والا تھا اللہ عزوجل نے بھی اس سے یہی معاملہ فرمایا اور اپنی نظر رحمت اس سے پھیر لی۔

حدیث ۲: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی جو نماز پڑھ رہی تھیں میں نے کہا لوگوں کو کیا ہوگیا ہے؟ انہوں نے آسمان کی طرف اشارہ فرمایا اور لوگ قیام میں تھے لہٰذا میں نے کہا سبحان اللہ نشانی؟ انہوں نے سر کے اشارے سے کہا ہاں پس میں بھی کھڑی ہوگئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی پھر فرمایا کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے دکھائی نہیں گئی لیکن وہ میں نے اس جگہ دیکھ لی یہاں تک کہ جنت اور دوزخ بھی۔ (صحیح حدیث ۸۶، بخاری شریف: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نماز کسوف کے دوران اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات کی ہر شے کا مشاہدہ کروایا یہاں تک کہ جنت و دوزخ کا بھی مشاہدہ کروادیا تو واضح ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہیں دکھائی گئی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا اور کوئی چیز کوئی بات ایسی نہیں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناواقف ہوں چنانچہ یہ عقیدہ

رکھنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے علم غیب عطا فرمایا ہے ہرگز ہرگز شرک نہیں۔

حدیث ۳: حدقہ ابن عیینہ، معمر، زہری، ہند حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا عمرو یحییٰ بن سعید، زہری ایک عورت سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ آج رات کتنے فتنے نازل کئے گئے ہیں اور کتنے خزانے کھول دیئے گئے ہیں ان حجرے والی عورتوں کو جگادو۔ دنیا میں لباس پہننے والی کتنی ہی ایسی ہیں جو آخرت میں ننگی ہوں گی۔(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۰: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم، نازل ہونے والے فتنے جو عام آدمی کی نگاہ سے اوجھل ہیں، اپنی اصل شکل وصورت میں ملاحظہ فرماتے ہیں اور اسی طرح رب عزوجل کے عطا کردہ خزانوں سے بھی آپ بخوبی واقف وباخبر ہیں یہ علم غیب نہیں تو اور کیا ہے؟

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو قیام فرمایا جب رات کا کچھ حصہ رہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہوگئے پھر نماز پڑھی جو اللہ نے چاہی پھر لیٹ کر سو گئے اور خراٹے لینے لگے پھر بلانے والا حاضر ہوا اور اس نے نماز کے لئے بلایا پس آپ اس کے ساتھ نماز کے لئے چلے گئے تو نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ ہم نے عمرو سے کہا لوگ کہتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۳۸: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! بخاری شریف کی اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم حالتِ خواب میں بھی اپنی امت کے حالات سے بے خبر نہیں ہوا کرتے بلکہ حالت بیداری کی طرح باخبر رہا کرتے یہی وجہ ہے کہ نیند آپ کا وضو توڑنے والی نہ تھی لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وضو کئے ہی نماز ادا فرمائی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

''میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔''

حدیث ۵: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ کے ایک باغ کے پاس سے گزرے تو دو انسانوں کی آوازیں سنیں جن کو ان کی قبروں میں عذاب دیا جا رہا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی کبیرہ گناہ کے باعث نہیں پھر فرمایا ان میں سے ایک تو پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا پھرتا تھا پھر ایک ٹہنی منگائی اور اس کے دو حصے کر کے ہر قبر پر ان میں سے ایک حصہ رکھ دیا عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ایسا کیوں کیا فرمایا کہ جب تک یہ خشک نہ ہوں تو شاید ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۱۳: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کہ قبر کے اندر موجود میت پر عذاب قبر ملاحظہ فرما لیا جبکہ یہ علم غیب ہی ہوتا ہے کہ قبر کے اندر کا احوال انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہوتا ہے لیکن اللہ

عزوجل کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز ہرگز پوشیدہ نہیں اور یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تو یہ بات بھی ہے کہ آپ کی لگائی گئی ٹہنی جب تک ہری بھری رہے گی میت پر عذاب قبر میں کمی کر دی جائے گی۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا ایک اور ثبوت ملاحظہ ہو کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جانتے ہیں کہ میت پر عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں میّتوں کو کسی کبیرہ گناہ کے سبب عذاب نہیں دیا جا رہا بلکہ صرف اس وجہ سے کہ ان میں سے ایک پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے اعمال وکردار اور اس کے انجام سے بخوبی واقف و باخبر ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر شک کرنا یا طعن کرنا محض جہالت اور بدبختی ہے۔

حدیث ۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے جو کہتا ہے اے نطفہ کے رب، اے جمے ہوئے خون کے رب، اے لوتھڑے کے رب جب اللہ تعالیٰ کو وہ پیدا کرنا منظور ہوتا ہے تو فرما دیتا ہے کہ نر ہے یا مادہ، بدبخت ہے یا نیک بخت، رزق کتنا ہے اور عمر کتنی ہے پس وہ اس کی ماں کے پیٹ میں لکھ دیتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۰۹: کتاب الحیض)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں غیوب خمسہ میں سے چار علوم کا ذکر ہے کہ بچہ نر ہے یا مادہ، بدبخت ہے یا نیک بخت، اس کا رزق کتنا ہے اور

اس کی موت کب آئے گی اور معترضین کا ایک گروہ اس بات پر مصر ہے کہ ان علوم سے صرف اللہ عزوجل واقف ہے اور اس نے اس کا علم مطلقاً کسی کو نہیں دیا یہاں تک کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان غیوب خمسہ کا علم عطا نہیں فرمایا اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مشرک ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ جب اللہ عزوجل غیوب خمسہ میں سے یہ مذکورہ بالا چار باتیں ایک فرشتے کو بتا سکتا ہے تاکہ وہ اسے شکم مادر میں لکھے تو اولیاء انبیاء کو ان علوم سے ناواقف کیوں رکھ سکتا ہے اور خصوصاً اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں نہ یہ علوم عطا فرمائے گا کیا فرشتہ معاذ اللہ انبیاء اور خصوصاً اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و مرتبہ سے زیادہ بلند ہے؟ کہ اسے تو غیوب خمسہ کا علم ہو اور ان مقربین اولیاء، انبیاء کو خصوصاً اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ہو۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ اولیاء و انبیاء کرام کو جتنا چاہا اللہ تعالیٰ نے غیوب خمسہ علم عطا فرمایا اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ سب کے سردار ہیں ساری کائنات بلکہ اس سے بھی زائد علم عطا فرمایا اور کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی جیسا کہ پہلے حدیث مبارکہ گزری کہ فرمایا "کوئی چیز ایسی نہیں جو مجھے نہیں دکھائی گئی۔"

حدیث ۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ اِدھر ہے؟ خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا خشوع و خضوع پوشیدہ ہے نہ تمہارا رکوع۔ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۰۴: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے وسعت علم کو بیان فرمارہے ہیں کہ مجھ پر تمہارے خشوع وخضوع و رکوع پوشیدہ نہیں ہیں خشوع جو کہ دل کی کیفیت کا نام ہے اور یہ کیفیت خوفِ خدا سے پیدا ہوتی ہے اور یہ کیفیت نظر نہیں آ سکتی لیکن قربان جائیے اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر کہ آپ پر لوگوں کے دل کی حالت بھی پوشیدہ نہیں یہ تو اندر کی کیفیت تھی دوسری چیز جو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی صحابہ کرام کو ملاحظہ فرمایا کرتے جب ہی تو ارشاد فرمایا کہ مجھ پر تمہارا رکوع پوشیدہ نہیں اللہ عزوجل نے آپ کو سراپا نور بنایا اس نور کے سبب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دور و نزدیک، آگے پیچھے دیکھنے کے لئے آنکھوں کے نور کی حاجت نہیں بلکہ آپ دور و نزدیک، آگے پیچھے، اندھیرے اجالے میں، ظاہر کو اور باطن کو، اعمال کو افعال کو بالکل واضح ملاحظہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ یہ عقیدہ رکھنا قطعاً غلط نہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس قدر وسیع ہے کہ آپ کی نگاہ سے کائنات کی کوئی شے پوشیدہ نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز و کسی بات سے ناواقف و بے خبر نہیں جیسا کہ بخاری شریف کی درج ذیل حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے۔

حدیث ۸: ہلال بن علی سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسا سامنے سے دیکھتا ہوں۔'' (صحیح بخاری شریف: حدیث ۴۰۵: کتاب الصلوٰۃ)

ف: مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ حضور پرنور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر صراحتاً دلالت کرتی ہیں جس کا انکار کسی مسلمان کا شیوہ نہیں۔

حدیث ۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے پر باہر تشریف لائے اور نماز ظہر پڑھی پھر منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ اس میں بڑے بڑے امور ہیں پھر فرمایا کہ جو کسی چیز کے متعلق مجھ سے پوچھنا چاہتا ہو تو پوچھ لے اور تم مجھ سے کسی چیز سے متعلق نہیں پوچھو گے مگر میں تمہیں اسی جگہ پر بتادوں گا پس حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے پھر فرمایا ابھی مجھ پر جنت اور جہنم اس دیوار کے گوشے میں پیش کی گئیں میں نے ایسی بھلی اور بری چیز نہیں دیکھی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۱۰: کتاب الصلوٰۃ)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعت و بلندی کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر صحابہ کرام سے علی الاعلان ارشاد فرما رہے ہیں کہ جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے پوچھ لو؟ غور فرمائیے کہ یہ جملہ کہ "جو کچھ پوچھنا ہے پوچھ لو" اسی وقت کہا جاتا ہے جب یہ یقین ہو کہ سامنے سے جو کچھ بھی پوچھا جائے گا اس کا جواب دے سکتا ہوں یعنی پوچھنے والے پر چھوڑ دیا گیا کہ جو چاہے پوچھ لو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر ہر شے کا علم عطا فرما دیا ہے تا کہ پوچھنے والا جو چاہے پوچھ لے اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی پس و

پیش کے جواب مرحمت فرمائے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعت کا اندازہ لگائیے کہ مسجد نبوی کی ایک دیوار کے اندر جنت و دوزخ دونوں دکھادی گئیں کہاں ایک دیوار اور کہاں جنت و دوزخ کی وسعت! لیکن نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا جنت و دوزخ جس کا احاطہ کسی کے بس کی بات نہیں اسے نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نظر میں ملاحظہ فرمالیا جیسا کہ حدیث مبارکہ ہے

''اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے سامنے کردی میں دنیا اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہوگا اس کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس ہتھیلی کو۔''

اور پھر یہی نہیں بلکہ ایک صحابی کے پوچھنے پر یہ تک بتادیا گیا کہ ان کے والد کون ہیں حالانکہ اس بات کا علم صرف عورت ہی کو ہوتا ہے کہ اس کے پیٹ میں کس کا بچہ ہے لیکن قربان جائیے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ یہ تک جانتے ہیں کہ کس کا باپ کون ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی اندازہ ہوگیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ ان کے آقا صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب پر مطلع ہیں جب ہی تو انہوں نے بلا جھجک پوچھ لیا کہ میرے والد کا نام کیا ہے الحمدللہ ہم اہلسنّت کا بھی یہی عقیدہ ہے حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات مخفی نہیں۔

حدیث ۱۰: عطا بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سورج کو گرہن لگا تو آپ نے نماز پڑھی لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی جگہ پر کوئی چیز پکڑی تھی؟ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہٹے۔ فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی تو اس میں سے ایک خوشہ پکڑنے لگا تھا اور اگر میں اسے لے لیتا تو تم اس میں سے رہتی دنیا تک کھاتے رہتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۰۹: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ لگائیے کہ آپ زمین پر نماز پڑھا رہے ہیں لیکن ساتوں آسمانوں کے بھی پار موجود شے سے باخبر ہیں یعنی آپ کا علم فاصلوں اور سمتوں سے مبرا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں جہاں تک چاہیں حالات سے باخبر رہتے ہیں کہ آپ کی نگاہ کے سامنے کوئی دیوار کوئی شے یہاں تک کہ ساتوں آسمان بھی رکاوٹ نہیں بن سکتے ہر شے کف دست کی طرح آپ کے سامنے ہے کہ زمین پر ہوتے ہوئے آپ کی نگاہ ساتوں آسمانوں کو چیرتی ہوئی جنت کے اندر پہنچ گئی جبکہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے۔

حدیث ۱۱: سعید بن ابوسعید کے والد ماجد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص بھی داخل ہوا اس نے نماز پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ نے جواب مرحمت فرمایا پھر حکم فرمایا واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس گیا اور اسی طرح نماز پڑھ کر حاضر ہوا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا فرمایا کہ واپس جا کر نماز پڑھو کیونکہ تم نے نماز نہیں پڑھی تین مرتبہ

فرمایا وہ عرض گزار ہوا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا مجھے اس سے بہتر نہیں آتی لہٰذا سکھا دیجئے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو کر تکبیر کہو پھر قرآن مجید سے جو تمہیں آتا ہو وہ پڑھو پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو پھر سر اٹھاؤ تو اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور ساری نماز میں اسی طرح کرو۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۱۸: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کے معاملات و حالات سے خوب واقف و باخبر ہیں جب ہی تو آپ نے جان لیا کہ مذکورہ شخص نے نماز صحیح نہیں پڑھی یہاں تک کہ تین مرتبہ اسے لوٹایا اور بالآخر اسے صحیح طریقہ سمجھا دیا حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا بنا دیکھے یہ جان لینا کہ نماز صحیح نہیں پڑھی گئی علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث ۱۲: یحییٰ بن خلاد زرقی سے روایت ہے کہ حضرت رفاعد بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک روز ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نے رکوع سے سر اٹھا کر سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو پیچھے سے ایک آدمی نے کہا ربنا ولک الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون انہیں سب سے پہلے لکھتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۴۰: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ دورانِ نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

علمِ غیب کے سبب ان فرشتوں کو ملاحظہ فرمایا کہ جو ایک صحابی کے ادا کردہ کلمات کو لکھنے کیلئے لپکے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علمِ غیب کے سبب ان فرشتوں کی تعداد بھی جان لی کہ تیس سے زیادہ ہیں اور ان کلمات کا ثواب لکھنے کے لئے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش میں ہیں۔

حدیث ۱۳: محمد بن مثنی، حسین بن حسین، ابن عون، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اور ہمارے یمن میں لوگ پھر عرض گزار ہوئے اور ہمارے نجد میں فرمایا کہ ''وہاں تو زلزلے اور فتنے ہیں اور شیطان کا گروہ وہیں سے نکلے گا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۷۶: ابواب الاستسقاء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم شہروں، صوبوں غرض ہر جگہ کی کیفیت و حالات سے واقف ہیں جب ہی تو آپ کو پہلے ہی سے علم تھا کہ نجد وہ منحوس صوبہ ہے جہاں زلزلوں، فتنوں اور شیطان کے سینگ نکلنے کے واقعات رونما ہوں گے اسی لئے آپ نے نجد کو اپنی دعائے برکت سے محروم رکھا اور لوگوں کے بار بار عرض گزار ہونے کے باوجود اس کے لئے دعائے رحمت نہیں فرمائی کہ یہی تو وہ جگہ ہے جہاں سے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والے انبیاء و اولیاء کرام اور خصوصاً محبوبِ رب العالمین عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے والے نکلیں گے اور یہ نجدی ان کی وسعتِ علم، تصرف و اختیار اور بڑائی و فضیلت کے منکر ہوں گے اور جو ان کے خود ساختہ بے ہودہ عقائد سے کنارہ کش ہوگا ان نجدیوں

کے نزدیک مشرک قرار پائے گا۔ قربان جایئے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے ان خباثتوں اور نحوستوں کو پہلے ہی ملاحظہ فرمالیا اور ان نجدیوں کو ہمیشہ کے لئے اپنی دعائے برکت سے محروم کر دیا۔

حدیث ۱۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے نماز فجر کے وقت فرمایا اے بلال مجھے اپنا وہ امید افزا عمل بتاؤ جو تم نے اپنے دورِ اسلام میں کیا ہو کیونکہ میں نے اپنے آگے آگے تمہارے جوتوں کی آواز سنی ہے عرض گزار ہوئے کہ میرے نزدیک تو امید افزا عمل کوئی نہیں ہے ماسوائے اس کے کہ رات یا دن کسی بھی ساعت کے اندر میں نے وضو کیا تو اس کے ساتھ نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۰۷۹: ابواب التہجد)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت میں تشریف لے گئے تو اپنے آگے جوتوں کی آواز سن کر جان گئے یہ آواز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی ہے حالانکہ جوتوں کی آواز یکساں ہی ہوتی ہے اور پھر ایک دو نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تعداد ہزاروں ہے مگر اس کے باوجود یہ پہچان لینا کہ یہ آواز حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جوتوں کی ہے علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلندی کی دلیل ہے۔

حدیث ۱۵: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جھنڈا زید نے لیا وہ شہید کر دیئے گئے پھر جعفر نے لیا وہ بھی شہید کر دیئے گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے لیا وہ

بھی شہید کر دیئے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں سے آنسو رواں تھے پھر بغیر امیر بنائے اسے خالد بن ولید نے لے لیا اور اسے فتح مرحمت فرمادی گئی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۶۸: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب ملاحظہ فرمائیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود مسجد نبوی میں تشریف فرما ہیں اور بیٹھے بیٹھے اس دوران جنگ موتہ میں ہونے والے حالات کا نقشہ یوں کھینچ رہے ہیں جیسے بچشم خود ملاحظہ فرمارہے ہوں اور ملاحظہ کیوں کر نہ فرمارہے ہوں گے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم عطا فرمایا ہے جس کے سبب دور کی چیزوں کو بھی اس طرح ملاحظہ فرماتے ہیں جیسے نزدیک کی چیزوں کو دیکھا جاتا ہے جبھی تو مدینہ منورہ میں ہوتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موجود صحابہ کرام کو غزوہ موتہ کے علمبرداروں کی خبریں دے رہے ہیں کہ اب جھنڈا زید نے سنبھال لیا پھر وہ شہید ہو گئے تو جھنڈا جعفر نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا وہ بھی شہید کر دیئے گئے یہاں تک کہ یہ بھی بتادیا کہ اب حضرت خالد بن ولید نے جھنڈا اٹھالیا یہاں تک کہ انہیں فتح حاصل ہوگئی۔۔۔ یہ سب علم غیب نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث ۱۶: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد کے روز جب میرے والد محترم کی لاش لائی گئی تو ان کا مثلہ کر دیا گیا تھا یہاں تک کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا اور کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو

کپڑا اٹھادیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیخنے والی کی آواز سنی تو فرمایا یہ کون ہے لوگ عرض گزار ہوئے کہ عمرو کی بیٹی یا اس کی بہن ہے فرمایا کہ کس لئے روتی ہو یا فرمایا کہ نہ روؤ کیونکہ اٹھائے جانے تک فرشتے برابر اپنے پروں سے ان پر سایہ فگن رہیں گے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲۱۰: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے عطا کردہ علم غیب کے سبب یہ بھی ملاحظہ فرمارہے تھے کہ میت پر فرشتے سایہ فگن ہیں اور یہ بھی بخوبی جانتے تھے کہ میت کے اٹھائے جانے تک فرشتے اپنے پروں سے میت پر سایہ فگن رہیں گے یہ سب کچھ رب عزوجل کی عطا ہے جو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی نگاہ عطا فرمائی کہ دوسرا وہ سب کچھ دیکھنے سے قاصر ہے جو اسکا محبوب دانائے غیوب دیکھ سکتا ہے۔

حدیث ۱۷: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر جلوہ افروز ہوکر فرمایا "میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔" (بخاری شریف، حدیث ۱۲۷: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم غیب کے سبب زمین پر بیٹھے بیٹھے ساتوں آسمانوں کے پاس حوض کوثر ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے چنانچہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں دیوار کے پاس کا بھی علم نہیں انتہائی لغو اور جہالت پر مبنی ہے اور بدبختی کی علامت ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ علم عطا فرمایا ہے جو اس کے محبوب کے شایانِ شان ہے۔

حدیث ۱۸: محمد بن مثنٰی، یحییٰ، شعبہ عون بن ابو جیفہ، ان کے والد حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور سورج غروب ہو چکا تھا آپ نے ایک آواز سنی تو فرمایا: ''یہودی کو اس کی قبر میں عذاب دیا جارہا ہے۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲۸۵: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! یہ حدیث مبارکہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر صراحتاً دلالت کرتی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم غیب کے سبب قبر کے اندر تک کا حال جانتے تھے جبھی تو نہ صرف یہ کہ آپ نے قبر کے اندر کی آواز سماعت فرمائی بلکہ یہ بھی جان گئے کہ آواز عذاب دیئے جانے کی ہے اور یہی نہیں بلکہ اپنی وسعت علمی کے سبب یہ بھی جانتے تھے کہ قبر کے اندر جس میت کو عذاب دیا جارہا ہے وہ مسلمان کی نہیں بلکہ یہودی کی میت ہے۔ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔

حدیث ۱۹: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا ''مجھے ایسا عمل بتادیئے جو جنت میں لے جائے۔'' فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور فرض نماز قائم کرو اور فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو عرض گزار ہوا قسم ہے اس رب کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا جب وہ واپس لوٹا تو نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۰۳۸: کتاب الزکواۃ)

ف: سبحان اللہ! قربان جائیے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اپنے اس علم کے سبب آپ لوگوں کے افعال و اعمال اور نیتوں تک سے واقف ہیں اور اس کے ان ہی اعمال و افعال اور نیت کو ملاحظہ فرماتے ہوئے اسے جنتی قرار دیتے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں جانے والے ہر ہر شخص سے بخوبی واقف و باخبر ہیں۔

حدیث ۲۰: مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ محترمہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گی؟ فرمایا کہ جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں انہوں نے چھڑی لے کر انہیں ناپا تو ان میں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے بعد میں ہمیں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھوں سے زیادہ صدقہ دینا مراد تھا اور ہم میں سب سے پہلے وہی (حضرت زینب بنت جحش) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملیں کیونکہ انہیں خیرات کرنا بہت محبوب تھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۳۳۰: کتاب الزکواۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ صرف علم غیب حاصل تھا بلکہ آپ غیوب خمسہ سے بھی واقف ہیں جن کے بارے میں معترضین کا ایک گروہ اس بات پر مصر ہے کہ غیوبِ خمسہ سے اللہ عزوجل نے کسی نبی کو یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مطلع نہیں فرمایا۔ ایسی بے پر کی ہانکنے والوں کو چاہئے کہ آنکھیں کھول کر اس حدیث مبارکہ پر غور کریں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو وصال کی پہلے ہی خبر دے دی یہ چیز غیوب خمسہ میں سے ہے کہ موت کب آئے گی؟
چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب بنت جحش کے وصال کی پہلے سے خبر دے دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب وغیوب خمسہ کا علم بھی عطا فرمایا ہے لہٰذا اس سے انکار کرنا حق سے منہ موڑنے کے مترادف ہے۔

حدیث ۲۱: حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ تبوک کیا جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے تو ایک عورت اپنے باغ میں تھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اندازلگاؤ (کھجوروں کی تعداد کا) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس وسق کا اندازہ کیا اس عورت سے فرمایا کہ جتنی کھجوریں برآمد ہوں ان کا حساب رکھنا جب ہم تبوک پہنچے تو فرمایا آج رات بہت سخت آندھی آئے گی لہٰذا کوئی کھڑا نہ ہو اور جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کا گھٹنا باندھ دے ہم نے وہ باندھ دیئے اور سخت آندھی آئی۔ایک آدمی کھڑا ہوا تو اسے پہاڑ کے دامن میں پھینک دیا۔ پھر جب وادی القریٰ آئے تو اس عورت سے فرمایا تمہارے باغ سے کیا حاصل ہوا؟ عورت نے کہا دس وسق کھجوریں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ کیا تھا۔۔۔۔۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۳۸۷: کتاب الزکوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! اس حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت کا اندازہ لگانا کسی کے بس کی بات نہیں یہ تو بس علم دینے والا اور علم لینے والا ہی جان سکتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ کھجوروں کو دیکھ کر یہ بتا دینا کہ ان کی تعداد دس وسق ہے اور حساب کرنے پر ایک کھجور کم نہ ایک کھجور زیادہ جیسا ارشاد فرمایا ویسا ہی نکلا یہ علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کمال ہے۔

دوسری بات جو اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم غیب کے سبب موسم کے حالات و کیفیت سے خوب واقف و باخبر ہیں جبھی تو پہلے ہی سے ارشاد فرمادیا کہ تیز آندھی آئے گی اور نہ صرف آندھی کا بتادیا بلکہ اس کی تیزی سے بھی مطلع فرمادیا کہ اتنی تیز ہوگی کہ کھڑے ہوئے تو اڑا لے جائے گی اس لئے نہ کوئی اٹھے اور نہ کوئی اونٹ کھلا چھوڑے چنانچہ فرمان نبوی کے مطابق اس قدر تیز آندھی آئی کہ ایک شخص کھڑا ہوا تو اسے اٹھا کر پہاڑ پر پھینک دیا۔ یہ سب خبریں غیب سے متعلق نہیں تو پھر کیا ہیں؟

حدیث۲۲: عروہ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے مکانات میں سے ایک اونچے مکان پر چڑھے تو فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھتا ہوں؟ بے شک میں تمہارے گھروں پر فتنوں کے گرنے کی جگہ کو دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطروں کے گرنے کے مقامات۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۱: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا کہ آپ آئندہ پیش آنے والے فتنوں سے بھی بخوبی واقف ہیں اور انہیں اپنی چشمانِ مبارک سے نازل ہونے سے پہلے ہی ملاحظہ فرمارہے ہیں یہاں تک کہ ان مقامات کو بھی جہاں فتنے نازل ہوں گے یہ آپ کا علم غیب ہی ہے جو اللہ عزوجل نے آپ کو عطا فرمایا۔

حدیث ۲۳: عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابراہیم بن سعد، ان کے والد ماجد ان کے جد امجد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا رعب مدینہ منورہ کے اندر داخل نہیں ہوگا اسکے ان دنوں سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے ہوں گے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۲: ابواب العمرہ)

حدیث ۲۴: نعیم بن عبداللہ مجمر نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے ہیں لہٰذا طاعون اور دجال داخل نہیں ہوں گے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۳: ابواب العمرہ)

حدیث ۲۵: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کوئی شہر ایسا نہیں جس کو دجال برباد نہیں کردے گا ماسوائے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے ان راستوں میں سے کوئی راستہ ایسا نہیں ہوگا جس پر صف بستہ فرشتے حفاظت نہ کررہے ہوں گے پھر مدینہ منورہ کے رہنے والوں کو تین جھٹکے لگیں گے جن کے باعث اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو (اس سے) نکال دے گا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۴: باب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم غیب کے سبب پہلے ہی بتادیا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دجال اور طاعون کے فتنے سے محفوظ رہیں گے کیونکہ اللہ عزوجل نے ایسے فرشتے مقرر فرمادیئے ہیں جو طاعون اور دجال کو اس میں داخل نہ ہونے دیں گے ساتھ ساتھ یہ بھی بتادیا کہ ان دو شہروں کے علاوہ دنیا کا کوئی شہر ایسا نہیں ہوگا جس میں دجال داخل نہ ہو اور بربادی نہ پھیلائے۔ اس کے

علاوہ غیبی علم کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دے دی کہ مدینہ منورہ کو تین جھٹکے لگیں گے جس کے سبب اس میں موجود ہر کافر و منافق کو اللہ عزوجل باہر نکال دے گا۔

حدیث ۲۶: عوف، محمد بن سیرین، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رمضان کی زکوٰۃ کی حفاظت پر مقرر فرمایا پس ایک آنے والا آیا اور اناج میں سے لینے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا خدا کی قسم میں ضرور تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اس نے کہا میں محتاج ہوں اور میرے بچے ہیں اور مجھے سخت ضرورت ہے پس میں نے اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ رات تم نے اپنے قیدی کا کیا کیا عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت حاجت اور بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آ گیا لہٰذا میں نے اسے چھوڑ دیا فرمایا کہ اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا پس میں نے جان لیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ضرور آئے گا چنانچہ وہ پھر آیا اور اناج میں سے لے جانے لگا تو میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ آج تو میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا اس نے پھر کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں محتاج اور بال بچے دار ہوں پھر نہیں آؤں گا پس مجھے ترس آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوہریرہ اپنے قیدی کا کیا کیا؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے سخت حاجت اور بال بچوں کی شکایت کی تو مجھے ترس آ گیا اور اسے چھوڑ دیا فرمایا کہ اس نے تم سے

غلط کہا ہے اور وہ پھر آئے گا پس تیسری رات اس کا منتظر رہا وہ آ کر اناج لینے لگا پس میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کروں گا کیونکہ آج آخری اور تیسری رات ہے تم ہر دفعہ کہتے رہے کہ اب نہیں آؤں گا مگر آتے رہے کہا مجھے چھوڑ دو میں آپ کو ایسے الفاظ سکھا دیتا ہوں جو آپ کو نفع دیں گے میں نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو آیت الکرسی آخر تک پڑھ لیا کرو تو ساری رات تم اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہیں آ سکے گا پس میں نے اسے چھوڑ دیا صبح کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم نے اپنے رات کے چور کا کیا بنایا؟ عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے مجھے ایسے کلمے سکھانے کا دعویٰ کیا جو مجھے فائدہ دیں تو میں نے اسے چھوڑ دیا اس نے کہا جب تم بستر پر جاؤ تو اول سے آخر تک آیت الکرسی پڑھ لیا کرو تو تم برابر اللہ کی حفاظت میں رہو گے اور صبح تک شیطان تمہارے قریب نہیں آئے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بات اس نے سچ کہی ہے جبکہ وہ خود جھوٹا ہے اے ابو ہریرہ جانتے ہو تین راتوں تک کون تم سے مخاطب ہوتا رہا؟ عرض گزار ہوا "نہیں"۔ فرمایا کہ وہ "شیطان" تھا۔

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۴۳۸: کتاب الوکالہ)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکوۃ کے مال کی نگرانی سونپی گئی رات کو چور آیا تو انہوں نے پکڑ لیا اس نے اپنی سخت حاجت کا اظہار کیا تو انہوں نے چھوڑ دیا جب آپ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ عنہ میں صبح حاضر ہوئے

تو آپ کے بتانے سے پہلے ہی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پوچھ لیا کہ تمہارے رات کے چور کا کیا ہوا؟ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ وہ جھوٹا ہے اور رات پھر آئے گا غرض تینوں رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح پوچھتے رہے اور ہر روز اس کے آنے کی خبر دیتے رہے اور آخری روز یہ بھی بتادیا کہ وہ چور جو انسانی شکل میں تین راتوں سے آرہا ہے در حقیقت شیطان تھا۔ سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان جائیے کہ رب عزوجل نے اپنے محبوب کو واقعتاً دانائے غیوب بنایا ہے یہی وجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات سے بے خبر نہیں اور کائنات کی ہر شئے یہاں تک کہ کائنات سے باہر بھی ہر چیز ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ساتھ ساتھ یہ معاملہ بھی حل ہوگیا کہ صحابہ کرام بھی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر یقین رکھتے تھے جب ہی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ پس میں جان گیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ضرور آئے گا اور پھر یہی نہیں بلکہ تینوں رات آپ اس چور کے منتظر رہے کہ جانتے تھے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اس لئے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ جو بات حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں اس کے مخالف ہو اگر ایسا نہ ہوتا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور عرض گزار ہوتے کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ رات کو کوئی چور آیا تھا یا اب وہ دوبارہ آئے گا؟ تو معلوم ہوا کہ الحمدللہ ہم اہلسنّت صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہیں اور انشاءاللہ فرقہ ناجیہ میں شامل ہیں اب معترضین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا انکار کر کے وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر نہیں بلکہ شیطان کے نقش قدم پر ہیں اور فرقہ ناجیہ سے اس گروہ کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

حدیث ۲۷: امام حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم ان کے پہلو میں تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی لوگوں کی طرف توجہ فرماتے اور کبھی انہیں دیکھتے اور فرماتے ہیں کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں میں صلح کرادے گا۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۱۱: کتاب الصلح)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے خبر دے دی کہ حضرت امام حسن مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائیں اور فرمانِ نبوی کے مطابق ویسا ہی ہوا حضرت امیر معاویہ و امام حسن رضی اللہ عنہم کے درمیان اجتہادی اختلافات کے سبب طرفین کے عظیم لشکر ایک دوسرے کے مقابل آ گئے گو کہ حضرت امام حسن ہر لحاظ سے حضرت امیر معاویہ کے لشکر پر حاوی تھے لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خون خرابے سے بچانے اور ان کی خیر خواہی کے لئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے چند شرائط پر صلح کر لی اور خلافت ان کے سپرد کر دی اور یوں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مسلمانوں کے دونوں گروہوں میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے سبب صلح ہوگئی۔ یہاں یہ بات قابل غور رہے

کہ مسلمانوں کے ان دونوں گروہوں کے درمیان دینی اختلاف نہیں بلکہ اجتہادی اختلاف تھا لہٰذا ان پر طعن کرنا کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں۔

حدیث ۲۸: ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اہل خیبر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پاؤں مروڑ ڈالے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے یہودیوں کے ان کے اموال کے بارے میں ایک معاہدہ کیا تھا اور فرمایا تھا کہ ہم تمہیں ان (اموال) پر قائم رکھیں گے جب تک اللہ تعالیٰ تمہیں اس (معاہدے) پر قائم رکھے گا اور عبداللہ بن عمر اپنی اس زمین پر گئے تھے جو وہاں (خیبر کے نزدیک) تھی تو رات میں ان پر ستم ڈھایا گیا کہ ان کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مروڑ دیئے گئے اور وہاں یہودیوں کے سوا اور کوئی ہمارا دشمن نہیں ہے جس پر شبہ کریں لہٰذا میں انہیں جلاوطن کرنا چاہتا ہوں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا مصمم ارادہ کرلیا تو یہودی کے خاندان سے کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوا اے امیر المومنین آپ ہمیں کیوں نکال رہے ہیں جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں برقرار رکھا تھا اور یہاں کی زمینوں کے بارے میں ہم سے معاہدہ کیا تھا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ ارشاد گرامی بھول گیا ہوں جبکہ انہوں نے تم سے فرمایا تھا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تو خیبر سے نکالا جائے گا اور تیرا اونٹ تجھے لئے ہوئے راتوں کو مارا مارا پھرے گا پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلاوطن کردیا اور ان کے میوہ جات اونٹوں، آلاتِ زراعت، عمارتوں اور رسیوں وغیرہ کی قیمت ادا کردی گئی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۳۴: کتاب الشروط)

ف: سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسوں پہلے ہی یہودی کو اس کے جلاوطن ہونے اور دربدر پھرنے کی خبر دے دی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر فتح خیبر کے بعد ۷ھ کو ہی دے دی تھی جبکہ ان یہودیوں کو عہد فاروقی میں جلاوطن کیا گیا معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے۔

ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ "کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھول گیا ہوں جبکہ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے خیبر سے نکالا جائے گا اور تیرا اونٹ تجھے لے کر راتوں کو مارا مارا پھرے گا" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب پر مطلع ہونے کا یقین رکھتے تھے چنانچہ یہ عقیدہ رکھنا مومنوں کی نشانی ہے۔

حدیث ۲۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بنت براء دربار نبوت میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئیں یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حارثہ کا حال بتائیے جو بدر کی لڑائی میں مارا گیا تھا جبکہ اسے نامعلوم تیر لگا تھا اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر سے کام لوں اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو میں دل کھول کر اس پر گریہ وزاری کروں؟ ارشاد فرمایا اے ام حارثہ وہ جنت کے باغوں میں ہے اور بے شک تیرے لخت جگر نے

فردوس اعلیٰ پائی ہے۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۰۵: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات ہے کہ زمین پر موجود ہوتے ہوئے بھی جنت اور جنتیوں سے واقف و باخبر ہیں اپنے علم غیب کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ جانتے تھے کہ کون جنت میں ہے کون جہنم میں اور نہ صرف یہ جنتی کی پہچان رکھتے تھے بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ فلاں شخص جنت کے کون سے درجہ میں ہے جیسا کہ آپ کے فرمانِ مبارک سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا اے ام حارثہ تمہارا لخت جگر جنت الفردوس میں ہے۔''
مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابیات بھی یہ عقیدہ و ایمان رکھتی تھیں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتوں کے جاننے والے ہیں جب ہی تو عرض گزار ہوئیں کہ مجھے حارثہ کا حال بتائیے کہ جنت میں ہیں یا جہنم میں ہیں۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب بتانے والا نبی سمجھنا شرک نہیں بلکہ ایمان کی علامت ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حارثہ سے ارشاد فرماتے کہ مجھ سے حارثہ کا حال کیوں پوچھتی ہو؟ مجھے کیا خبر میں غیب نہیں جانتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد نہیں فرمایا بلکہ انہیں غیب سے مطلع فرمادیا۔

حدیث ۳۰: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ اور حضرت علی بن عبداللہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم دونوں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ ان سے حدیث کا سماع کرو پس ہم دونوں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب مسجد نبوی کی تعمیر

ہو رہی تھی تو ہم ایک ایک اینٹ اٹھا کر لاتے تھے لیکن حضرت عمار رضی اللہ عنہ دو دو اینٹیں لاتے تھے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے تو ان کے سر کا غبار جھاڑتے ہوئے فرمایا ''عمار کی اس حالت پر افسوس ہے کہ ان کو باغیوں کا گروہ قتل کرے گا یہ انہیں اللہ کی طرف بلائیں گے اور وہ ان کو جہنم کی طرف۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۰۸: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا پتہ دیتی ہے کہ آپ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بہت پہلے ہی یہ غیبی خبر دے دی تھی کہ انہیں ایک باغی گروہ قتل کریگا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ نے جیسا فرمایا تھا ویسا ہی ہوا۔

حدیث ۳۱: حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین کا مقابلہ ہوا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص ایسا بھی تھا جو کسی بھاگتے ہوئے مشرک کو زندہ نہ چھوڑتا بلکہ تعاقب کر کے اسے تلوار سے موت کے گھاٹ اتار دیتا حضرت سہل رضی عنہ نے کہا آج فلاں کے برابر ہم میں سے کوئی کام نہیں آیا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن وہ تو دوزخی ہے مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا میں اس کے ساتھ رہوں گا اس شخص کا بیان ہے کہ میں اس کے ساتھ رہا وہ جہاں کھڑا ہوتا میں بھی اسی جگہ کھڑا ہو جاتا جب وہ دوڑتا میں بھی اس کے ساتھ دوڑنے لگتا۔ بتایا کہ اس شخص کو شدید زخم آیا تو اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک پر اپنا سینہ رکھ کر اپنی تلوار پر سارا بوجھ رکھ دیا اور یوں خودکشی کر لی پھر وہ آدمی (مشاہدہ

کرنے والا) بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور عرض گزار ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ابھی فلاں شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے پس میں اس کی پڑتال کے لئے نکلا تو وہ شدید زخمی ہوا تو اس نے مرنے میں جلدی کی یعنی اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور نوک اپنے بیچ سینے سے لگا کر اس پر اپنا سارا بوجھ رکھ دیا اور خودکشی کر لی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیشک ایک آدمی لوگوں کو دیکھنے میں تو اہل جنت جیسے عمل کرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ جہنمی ہوتا ہے اور کوئی ایسا ہوتا ہے کہ دیکھنے میں وہ جہنمیوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن ہوتا وہ جنتی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۹۰: کتاب الجہاد السیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے غیبی علم جاننے پر دلالت کرتی ہے کہ بظاہر ایک شخص جنگ کے موقع پر مسلمانوں کے ساتھ ہے اور جانبازی کا مظاہرہ کر رہا ہے اور مشرکوں کو اپنی تلوار سے یکے بعد دیگرے موت کے گھاٹ اتارتا جا رہا ہے اور خود صحابہ کرام بھی جو کہ خود بھی جوانمردی و بے خوفی سے جنت میں مشرکوں سے مقابلہ کر رہے ہیں لیکن پھر بھی اس شخص کے مقابلے میں اپنی ہمت و جوانمردی کے مظاہرے کو ہیچ سمجھ رہے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بھی اس شخص کے جہنمی ہونے کی اطلاع دے رہے ہیں گویا آپ کی نگاہیں وہ کچھ ملاحظہ فرما رہی ہیں جسے کوئی اور نہیں دیکھ سکتا پھر ایک صحابی اس شخص کے تعاقب میں لگے رہے کہ جان سکیں کہ اپنے کس عمل کے سبب وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں جہنمی ہے تو انہوں نے دیکھ لیا کہ اس شخص نے زخمی

ہونے کے بعد خودکشی کرلی اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرنے سے محروم رہا۔ ان سب باتوں کا علم غیوب خمسہ میں سے ہے تو معترضین کا یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غیوب خمسہ سے نا آشنا ہیں کس قدر بے وقوفی وجہالت ہے۔

حدیث ۳۲: حضرت عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے جو گروہ سب سے پہلے بحری جہاد کرے گا ان کے لئے جنت واجب ہوگئی حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں بھی ان میں ہوں؟ فرمایا ہاں تم ان میں ہو اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا وہ پہلا لشکر جو قیصر روم کے پایۂ تخت میں جنگ کرے گا اس کی مغفرت فرمادی گئی ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کیا میں ان میں ہوں فرمایا "نہیں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۱۵: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانائے غیوب ہونے میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ سب کچھ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے جو برسوں بعد پیش آنے والا ہوتا تھا جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے بخوبی واضح ہوچکا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمادینا کہ میری امت کا وہ پہلا گروہ جو بحری جہاد کرے گا اس پر جنت واجب ہوگئی اور حضرت ام حرام سے فرمایا کہ تم ان میں سے ہو اور پھر یہ فرمانا کہ قیصر روم میں ہونے والے جہاد میں شریک ہونے والوں کی مغفرت فرمادی گئی اور ام حرام رضی اللہ عنہا سے فرمادینا کہ تم ان میں نہیں ہو

یہ سب غیب ہی تو ہے۔ غور فرمائیے کہ کیا کیا غیب بتایا گیا

۱) بحری جہاد کرنے والا پہلا گروہ جنتی ہے۔

۲) حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا بھی ان میں شامل ہونگی لہٰذا جنتی ہیں۔

۳) قیصر روم سے جہاد کرنے والوں کی مغفرت فرمادی گئی۔

۴) حضرت ام حرام ان میں شامل نہیں۔

اور یہی نہیں بلکہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کا عقیدہ بھی معلوم ہوا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کرنا کہ میں فلاح جہاد میں شامل ہوں گی یا نہیں اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب پر مطلع ہونے کا یقین تھا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں ایسا سوال کرنے سے منع نہیں فرمایا کہ مجھے کیا علم میں غیب نہیں جانتا اور ایسا سوال کرنا شرک ہے۔

معلوم ہوا کہ الحمدللہ اہلسنّت صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے پر ہیں جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا فرمادیا خواہ وہ غیوب خمسہ ہی کیوں نہ ہوں جیسا کہ بعد میں ہوا کہ حضرت ام حرام اس بحری جہاد میں شریک ہوئیں اور واپسی پر اپنے اونٹ سے گر کر شہید ہوگئیں۔

حدیث ۳۳: عبداللہ بن رافع فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم کو مقرر کر کے فرمایا کہ چلتے چلے جانا یہاں تک کہ تم روضہ خانہ تک پہنچ جاؤ وہاں تمہیں ایک بڑھیا ملے گی جس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ ہم روانہ ہوگئے اور اس طرح کہ

ہمارے گھوڑے ہوا سے باتیں کررہے تھے یہاں تک کہ ہم اس روضہ تک پہنچ گئے اور دیکھا تو واقعی وہاں ایک بڑھیا موجود ہے ہم نے اس سے کہا کہ خط نکالو وہ کہنے لگی میرے پاس تو کوئی خط نہیں ہے ہم نے کہا کہ خط نکال کر دے دو آخر کار اس نے اپنے جوڑے (بالوں) سے خط نکالا پس ہم اس سے خط لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوگئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۹۲: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے علم کے سبب یہ بھی بتادیا کہ ایک دور دراز مقام پر ایک عورت ایک خفیہ خط لے کر جارہی ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ فلاں مقام پر جاکر اس عورت سے خط لے لو اور ایسا ہی ہوا صحابہ کرام جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی جگہ پر پہنچے تو واقعی وہاں ایک عورت موجود تھی جس سے وہ خط جو اس نے اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپایا ہوا تھا برآمد کرلیا۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان تھا جب انہوں نے عورت کے خط نہ نکالنے پر سختی سے کام لیا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ عورت جھوٹ بول رہی ہے حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک غلط نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر ایمان رکھنا صحابہ کرام کا شعار ہے اور الحمد للہ ہم اہلسنّت نے بھی اسی شعار کو اپنایا ہے۔

حدیث ۳۴: ابو حازم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جنگ خیبر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں

یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہو گی وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے ہیں۔ رات لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھئے جھنڈا کس کو عطا فرمایا جاتا ہے اگلے روز ہر ایک اس کا تمنائی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوایا اور ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا کر دعا فرمائی وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہوئی ہی نہ تھی پھر انہیں علم عطا فرما دیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۹۴: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا کہنے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جانتے تھے کہ کس کے ہاتھ پر فتح لکھی گئی ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی علم رکھتے تھے کہ فتحیاب ہونے والا شخص اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رکھتے ہیں چنانچہ آپ کا صحابہ کرام سے یہ ارشاد فرمانا کہ کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہو جائے گی آپ کے علم غیب کی نشانی ہے کیونکہ یہ خبر مفاتح الغیب میں سے ہے کہ فاتح خیبر کون ہے؟ ساتھ ہی مذکورہ بالا حدیث یہ بھی واضح کر رہی ہے کہ فاتح خیبر نیک بخت ہے جنتی ہے اس لئے کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول اسے محبوب رکھتے ہیں چنانچہ یہ خبر بھی غیوب خمسہ میں سے ہے کہ فلاں نیک بخت ہے یا بد بخت جنتی ہے یا جہنمی تو معلوم ہوا

کہ پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غیوب خمسہ کا علم عطا فرمایا چنانچہ اس کا انکار بدبختی کی علامت ہے۔

ساتھ ہی صحابہ کرام کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فاتح خیبر کے متعلق جاننے پر آپ علیہم الرضوان کو یقین تھا اور یہ بھی یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں تو یقیناً وہ اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مقبول ہوگا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بے چینی سے منتظر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے لئے بشارت دی ہے صحابہ کرام کی یہی تمنا تھی کہ کاش وہ خوش نصیب و نیک بخت میں نکلوں۔

دوسرے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا گیا اور فرمانِ نبوی کے مطابق خیبر آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہی فتح ہوا۔

حدیث ۳۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسریٰ ہلاک ہوگیا اور اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں اور عنقریب قیصر بھی ہلاک ہوجائے گا پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا اور تم ان کے خزانوں کو راہِ خدا میں تقسیم کروگے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۸۰۹: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باطل قوتیں جو اپنے مالی و افرادی قوت کے سبب سپر پاور سمجھی جاتی تھیں اور جنہیں زیر کرنا خام خیال ہی لگتا تھا کسریٰ (شاہ ایران)، قیصر (شاہ روم) کی عنقریب ہلاکت کی خبر دے دی اور وہی ہوا دورِ فاروقی میں دونوں قوتیں پاش پاش ہوگئیں کہ پھر دوبارہ انہیں سر اٹھانے

کا کبھی موقع نہ مل سکا جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا پھر کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اس جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ قیصر و کسریٰ کا بے تحاشہ مالِ غنیمت حاصل ہوا جس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث ۳۶: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کرکرہ نامی ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب کی حفاظت پر متعین تھا جب اس کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے لوگ اس کی وجہ تلاش کرنے لگے تو اس کے سامان سے ایک عبا پائی جو اس نے مالِ غنیمت سے چھپا کر رکھ لی تھی۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۷۵۰: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اعمال و افعال اور ان کے باطن ان کے نیتوں سے خوب باخبر ہیں جب ہی تو جانتے تھے کہ بظاہر محافظ نظر آنے والا دراصل چور ہے اور جہنمی قرار دیا جا چکا ہے جب ہی تو صحابہ کرام نے جب اس کے سامان کی تلاشی لی تو مال غنیمت سے چرائی گئی عبا برآمد ہوئی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

حدیث ۳۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو بارگاہِ نبوت میں پکا ہوا بکری کا گوشت بطور ہدیہ (یہود کی جانب سے) پیش کیا گیا جس میں زہر ملایا ہوا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنے یہودی یہاں موجود ہیں انہیں میرے پاس بلاؤ انہیں بلایا گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو سچ سچ بتا دو گے؟ کہنے لگے اے ابو القاسم ہاں فرمایا

کیا تم نے بکری کے اس گوشت میں زہر ملایا ہے؟ جواب دیا ہاں فرمایا تمہیں اس بات پر کس چیز نے ابھارا؟ جواب دیا اس سے ہم نے یہ ارادہ کیا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں (معاذ اللہ) تو ہماری آپ سے گلو خلاصی ہو جائے گی اور اگر آپ سچے نبی ہیں تو زہر آپ کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۹۳۷: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب دانائے غیوب نے بغیر کسی کے بتائے ہی ملاحظہ فرمالیا کہ کھانے میں زہر ملایا گیا ہے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ کے علم غیب کا بخوبی اندازہ ہو رہا ہے اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ یہودی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان جانے پر کہ کھانے میں زہر ہے حیران نہیں ہوئے کیونکہ وہ بھی جانتے تھے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے سچے نبی ہیں تو زہر ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اسی لئے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت نہیں کیا کہ آپ کو زہر ملانے کا کس نے بتایا یا کیسے معلوم ہوا؟

حدیث ۳۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز ہمارے درمیان کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخلوق کی پیدائش کا ابتداء سے ذکر فرمانا شروع کیا یہاں تک کہ جنتی اپنے مقام پر پہنچ گئے اور دوزخی اپنے مقام پر پس اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھول گیا اسے جو بھول گیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۹۵۶: کتاب بدالخلق)

ف: سبحان اللہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ ہوا کہ خود اپنی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا پتا دے رہے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق

کی ابتداء سے لے کر اس کے جنتی اور دوزخی ہونے تک کے تمام واقعات وحالات سے واقف و باخبر ہیں یہ علم غیب نہیں تو کیا ہے کہ یہ خبریں غیوبِ خمسہ سے متعلق ہیں کہ کون کب پیدا ہوگا اور کب تک جیئے گا اور اس کا انجام کیا ہوگا۔

پھر بھی اگر کوئی حضور دانائے غیوب اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے مطلع ہونے کا انکار کرے تو خود اس کا انجام برا ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ صحابہ کرام تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر بناء کسی دلیل کے ایمان رکھتے تھے اور ایک معترضین ہیں کہ اپنے آپ کو صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والوں میں شمار ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور صحابہ کرام کے طور طریقوں کو اپنانا تو دور کی بات سرے سے ماننے کو ہی تیار نہیں۔

حدیث ۳۹: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو صادق و مصدوق ہیں کہ تم میں سے ہر ایک کا مادہ پیدائش (نطفہ) اپنی والدہ کے بطن میں جمع رہتا ہے پھر چالیس دن خون کی بوند رہتا ہے پھر اتنے ہی دنوں تک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) کی شکل میں رکھا جاتا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے اور چار باتوں کا حکم دیتا ہے یعنی اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، موت اور شقی ہے یا سعید یہ چار باتیں لکھ دے پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہرائی و وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے کہ جب آج کل کی طرح کی جدید مشینیں نہ تھیں جو ماں کے رحم میں جھانک سکیں اس وقت اللہ کے محبوب دانائے غیوب

صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو انسان کی تخلیق کے مراحل سے آگاہ فرمادیا تھا کہ کس کس طرح انسان تخلیق کے مراحل طے کرتا ہوا دنیا میں آتا ہے۔نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم رحمِ مادر میں جھانکنے پر قدرت رکھتی ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ انسان شروع کے چالیس دن نطفہ کی شکل میں پھر چالیس دن خون کی بوند کی شکل میں پھر چالیس دن گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں ہوتا ہے اور چالیس دن بعد اس میں روح پھونک دی جاتی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ بچہ جب ماں کے پیٹ میں چار ماہ کا ہوتا ہے تو اس میں روح پھونکنے سے پہلے ایک فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی چار باتیں لکھ دیتا ہے اس کا عمل، اس کا رزق، اس کی موت اور اس کا انجام یہ چاروں باتیں غیوبِ خمسہ سے ہیں غور فرمائیے کہ جب ایک عام فرشتہ جو یہ باتیں لکھنے کے لئے مقرر کیا گیا ہے غیب کی ان باتوں کو اللہ کے حکم سے جان جاتا ہے تو پھر سید الکون و مکان کو کسقدر علم مرحمت فرمایا گیا ہوگا کہ وہ محبوب رب العالمین ہیں اور رب عزوجل کے خلیفہ اعظم ہیں چنانچہ آپ کے ان خداداد علوم کا انکار کسی مسلمان کا شیوہ نہیں ہوسکتا۔

حدیث ۴۰: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا علم ہوا تو بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین ایسی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں جن کا علم نبی کے سوا کسی کو نہیں ہوتا (۱) قیامت کی سب سے پہلی نشانی کون سی ہے۔(۲) وہ کھانا کون سا ہے جس کو جنتی سب سے

پہلے کھائیں گے۔ (۳) بچہ کس وجہ سے اپنے باپ کے مشابہ اور کس وجہ سے اپنی ماں کے مشابہ ہوتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کی سب سے پہلی نشانی وہ آگ ہے جو لوگوں کو مشرق سے مغرب میں لے جائے گی اور اہل جنت کا سب سے پہلا کھانا مچھلی کی کلیجی کا نچلا حصہ ہوگا اور بچہ کی مشابہت کا معاملہ یوں ہے کہ آدمی جب اپنی بیوی سے ہم بستر ہوتا ہے تو آدمی کو پہلے انزال ہو جائے تو بچہ اس کے مشابہ ہوگا اور عورت کو اگر پہلے انزال ہو جائے تو اس سے (ماں سے) مشابہ ہوگا وہ عرض گزار ہوئے میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی آپ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۰۸۷: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علم کا پتا دیتی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے یہ سوچ کر بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے کہ اللہ کا نبی غیب پر مطلع ہوتا ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی نبی ہیں تو ان باتوں کا ضرور علم رکھتے ہوں گے چنانچہ انہوں نے تین غیبی باتیں معلوم کیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دانائے غیوب ہونے کی جھلک پیش کر دی اور ان سوالات کا جواب دے دیا جن کا جواب کسی پر آشکار نہیں تھا۔

حدیث ۱۴۱: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا آپ نے وہ چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا پھر ایک آدمی آگے بڑھا جس کی آنکھیں اندر دھنسی ہوئی تھیں رخسار ڈھلکے ہوئے تھے پیشانی

آگے کو نکلی ہوئی تھی گھنی داڑھی اور سر منڈا ہوا تھا کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے ڈر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں خدا کی نافرمانی کر رہا ہوں تو اس کی اطاعت کون کر رہا ہے؟ ایک شخص نے اسے قتل کرنے کی اجازت طلب کی میرا خیال ہے کہ وہ شاید خالد بن ولید رضی اللہ اللہ عنہ تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرما دیا جب وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی نسل میں یا اس کے پیچھے ایسی جماعت ہے جو قرآن کریم خوب پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے کمان سے تیر نکلتا ہے وہ اہل اسلام کو قتل کیا کریں گے اور بت پرستوں سے صلح رکھیں گے اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کردوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۰۹۰: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث پر غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کے حالات و واقعات ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح نظر آتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان خداداد علوم کے سبب صحابہ کرام کو اس شخص کی آنے والی نسلوں یا اس کے تابعداروں کے متعلق قیامت تک کا بتادیا کہ یہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا علمبردار ٹھہرائیں گے جبکہ درحقیقت بت پرستوں اور مسلمانوں کے مخالفین کے ایجنٹ ہوں گے یہ بظاہر نمازی ہوں گے، روزہ دار، قرآن کی تلاوت کرنے والے ہوں گے کہ ان کے آگے عام مسلمان اپنی عبادتوں کو حقیر سمجھنے لگے گا مگر اس کے باوجود توہین رسالت کے سبب دین سے خارج ہو چکے ہوں گے جیسے شکار سے تیر نکل جاتا ہے اور جس طرح کمان سے نکلا ہوا تیر واپس نہیں ہوتا بالکل

اسی طرح یہ دین کی طرف کبھی نہ لوٹ سکیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دے دی کہ وہ اہل اسلام کو قتل کریں گے اس لئے کہ ان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر مطلع ہونے اور دیگر صفات وخصوصیات وفضیلت پر ایمان رکھنے کے سبب مسلمان مسلمان نہیں بلکہ مشرک ہو جائے گا اس لئے اس کا قتل عام کریں گے معلوم ہوا یہ گستاخِ رسول ہوں گے جبھی تو ارشاد فرمایا کہ اگر میں انہیں پاؤں تو قوم عاد کی طرح قتل کر دوں۔

حدیث ۴۲: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی! کیا تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا ضرور ہے فرمایا اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم ضرور دیکھو گے کہ ایک بڑھیا حیرہ سے چلے گی اور خانۂ کعبہ کا طواف کرے گی لیکن اسے خدا کے سوا کسی دوسرے کا خوف نہیں ہوگا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ اس وقت قبیلہ طے کے ڈاکوؤں کو کیا ہو جائے گا جنہوں نے آج شہروں میں آگ لگا رکھی ہے پھر فرمایا اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو تم کسریٰ کے خزانوں پر قابض ہو جاؤ گے پھر فرمایا گر تمہاری عمر نے وفا کی تو ضرور دیکھو گے کہ آدمی ہتھیلی کے برابر سونا لے کر نکلے گا یا چاندی لے کر تلاش کرے گا کہ کوئی اسے قبول کرلے لیکن اسے لینے والا کوئی نہیں ملے گا۔۔۔۔۔

حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ ایک بڑھیا نے حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا اور میں ان حضرات میں خود شامل تھا جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا تھا اور میری عمر نے اگر وفا کی تو نبی کریم ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا

تھا کہ ایک آدمی ہتھیلی بھر سونا یا چاندی لے کر نکلے گا اسے بھی ضرور دیکھ لوں گا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۳۵: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونے والے حالات و واقعات سے بخوبی واقف و باخبر ہونے کا پتا چلتا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عدی رضی اللہ عنہ کو جن آنے والے حالات کی خبر دی اور انہیں مطلع فرمایا کہ اگر تمہاری عمر نے وفا کی تو ایک بڑھیا کو دیکھو گے جو حیرہ سے چلے گی اور خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے کسی کا خوف نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عدی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھ لیا کہ ایک بڑھیا نے حیرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اسے خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی دوسری خبر بھی حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے دیکھ لی کہ آپ فرماتے ہیں کہ جنہوں نے کسریٰ کے خزانوں کو فتح کیا ان میں میں شامل تھا اور انہیں یہ بھی یقین کامل تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی تیسری خبر بھی اگر میری عمر نے وفا کی تو ضرور دیکھ لوں گا۔

حدیث ۴۳: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا بے شک میں تمہارا سہارا ہوں اور تم پر گواہ ہوں بیشک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۳۶: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث سے بخوبی واضح ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر ہوتے ہوئے حوض کوثر کو ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے

جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا میں اپنے حوض کو اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

غور فرمائیے کہ حوضِ کوثر جو کروڑوں میل کی مسافت پر ہے لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی نگاہوں سے نہ چھپ سکا تو کائنات کی کوئی شئے جو یقیناً حوض کوثر کی نسبت بہت نزدیک ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کے احاطہ علم سے کوئی شئے باہر نہیں خواہ زمین پر ہو یا آسمان پر۔

حدیث ۴۴: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اس مرض میں بلایا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا پھر سرگوشی کے انداز میں ان سے کوئی بات کہی تو وہ رونے لگیں پھر نزدیک بلا کر سرگوشی کی تو ہنس پڑیں یہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی کرتے ہوئے بتایا کہ اس مرض میں میری وفات ہو جائے گی تو میں رونے لگی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرگوشی فرماتے ہوئے مجھے بتایا کہ ان کے گھر والوں میں سب سے پہلی میں ہوں جو ان کے پیچھے جاؤں گی تو میں ہنس پڑی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۵۹: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات کا واضح ثبوت پیش کر رہی ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم غیوبِ خمسہ سے بخوبی باخبر تھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر شہزادی فاطمۃ

الزہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے ظاہری وصال اور ان کے وصال کی خبر دے دی اور خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی اس بات پر ایمان رکھتی تھیں کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم غیب پر مطلع ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر غلط ہو ہی نہیں سکتی جب ہی پہلی خبر سن کر رنجیدہ ہو گئیں اور دوسری خبر سن کر خوش ہو گئیں۔

نجانے معترضین کیوں غور نہیں کرتے کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ سلم غیوب خمسہ سے ناواقف ہوتے تو اپنے ظاہری وصال اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے ہوا۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب پر مطلع فرمایا ہے اور یہی سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابیات وصحابہ کرام کا بھی عقیدہ تھا۔

حدیث ۴۵: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر وحضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہم ایک روز احد کے پہاڑ پر چڑھے تو ان کے باعث اسے وجد آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۴۰۳: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کہ آپ ہر ایک کے افعال واعمال، کردار وانجام سے بخوبی واقف ہیں اور یہ بات بھی غیوب خمسہ سے ہے اور چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب پر مطلع ہیں اسی لئے جانتے تھے کہ حضرت عمر فاروق وحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو شہید کیا جائے گا اسی لئے احد پہاڑ سے ارشاد فرمایا کہ تیرے اوپر دو شہید ہیں۔

حدیث ۴۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی شاہِ حبشہ کے وفات پانے کی خبر اپنے اصحاب کو اسی روز دے دی تھی جس روز وفات ہوئی اور فرمایا تھا کہ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۵۹۳: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم غیوب خمسہ کا علم رکھتے ہیں حدیث مبارکہ پر غور فرمایئے تو دو باتیں سامنے آئیں گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دانائے غیوب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے وفات پانے کی خبر اسی روز صحابہ کرام کو دے دی تھی جس روز ان کا انتقال ہوا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ خبر لے کر نہ کوئی قاصد آیا اور نہ عہد رسالت میں جدید آلات تھے جن کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر اور ایک ملک سے دوسرے ملک بات کرنے میں چند سیکنڈ لگتے ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بھی ٹھیک اسی روز نجاشی کی وفات کی خبر سنا دی یہ اس وقت ہی ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود نہیں ملاحظہ فرما رہے ہوں اور ایسا ہی ہے۔

(۲) دوسری بات جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیوبِ خمسہ کی دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نجاشی ۔۔۔۔ نے اگرچہ اپنے مسلمان ہونے کی تشہیر نہیں کی تھی لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اسلام لے آنے سے متعلق باخبر تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کے لئے دعائے مغفرت کرو اور ایک روایت کے مطابق ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔

پھر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر شک کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا گستاخِ رسول ہونے کی نشانی ہے۔

حدیث ۴۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں موجود تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کے بارے میں فرمایا کہ وہ جہنمی ہے جب میدان کارزار گرم ہوا تو اس آدمی نے خوب جوانمردی دکھائی آخرکار سخت زخمی ہوگیا جب اس آدمی کو زخموں کی تکلیف نے بے قرار کیا تو اس نے اپنے ترکش میں ہاتھ ڈال کر تیر نکالا اور اسے اپنے گلے میں گھونپ لیا کچھ مسلمان تیزی سے بارگاہِ رسالت کی جانب دوڑے اور عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں شخص نے اپنے گلے میں تیر گھونپ کر خودکشی کرلی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا مگر ایمان والا بے شک اللہ تعالیٰ فاجر آدمی کے ذریعے بھی دین کی مدد فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۸۹: ابواب المغازی)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہورہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے علم غیب سے نوازا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ کون جنتی ہے اور کون جہنمی۔ مذکورہ بالا حدیث پر غور فرمایئے کہ ایک ایسا شخص جو بظاہر مسلمان ہے اور جنگ کے موقع پر مسلمانوں کے ہی ساتھ ہے اور خوب بڑھ چڑھ کر جہاد میں حصہ لے رہا ہے لیکن ان سب ظاہری باتوں کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ وہ جہنمی ہے اور یہی ہوا وہ زخموں کی تاب نہ لاکر جام شہادت نوش کرنے کے بجائے خودکشی جیسے قبیح فعل کا ارتکاب کرکے جہنم کا مستحق ٹھہرا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی یہ خبر غیوبِ خمسہ میں سے ہے جو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا تھا۔

حدیث ۴۸: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری امت میں سے جنت میں ایک ایسی جماعت داخل ہوگی جن کی تعداد ستر ہزار ہوگی اور ان کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے چنانچہ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شمار فرمالے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اسے ان میں شمار فرما پھر انصار میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے بھی دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شمار فرمائے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے گئے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۰۱: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! قربان جایئے علمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں داخل ہونے والے اپنے امتیوں کو اتنی مدت قبل سے ہی جانتے تھے کہ جن کے چہرے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں اپنے صحابہ کو اتنا عرصہ پہلے ہی خبر دے دی کہ میرے امتیوں میں سے ستر ہزار چاند سے چمکتے چہروں کے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات سے بڑھ کر علم عطا فرمایا چنانچہ جو یہ عقیدہ رکھے کہ (معاذ

اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا و اخروی حالات کا علم نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کی باتوں کا علم نہیں اور کل کی خبر نہیں تو درحقیقت وہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر ہونے کی وجہ سے دین اسلام کا ہی منکر قرار دیا جائے گا۔

حدیث ۴۹: حضرت براُبن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ریشمی کپڑا تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا ہم اسے چھونے اور تعجب کرنے لگے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں اس پر تعجب ہے؟ ہم نے کہا ہاں فرمایا کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۲۶: کتاب اللباس)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کہ نہ صرف یہ جانتے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ جنتی ہیں بلکہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں کیا کیا نعمتیں حاصل ہیں یہاں تک کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے جنت کے رومال بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھے کہ نہایت نفیس، ملائم اور ریشمی کپڑے کے ہوں گے اور دنیا کا نفیس سے نفیس کپڑا بھی ان جنتی رومالوں کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر رہتے ہوئے جانتے تھے اور یہ کروڑوں میل کا فاصلہ اور ساتوں آسمانوں کی موٹائی بھی آپ کے علم میں رکاوٹ نہ ڈال سکی اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ حال کی طرح ماضی و مستقبل اور نزدیک کی طرح دور کے حالات سے بھی آپ بخوبی واقف و باخبر ہیں جبھی تو حضرت سعد کے جنتی رومال آپ کے سامنے رکھی ہوئی چیز کی

مانند تھے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال و کیفیت بلاشک وشبہ بیان فرمادی۔

حدیث ۵۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک سورج مغرب سے مطلع نہ ہوجائے پس جب وہ طلوع ہوگا اور لوگ اسے دیکھیں گے تو سارے ایمان لے آئیں گے لیکن اس وقت کا ایمان آدمی کے کام نہیں آئے گا روز قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ دو آدمیوں نے کوئی چیز لینے کے لئے کپڑے پھیلائے ہوئے ہوں گے لیکن خریدنے اور کپڑوں کو لپیٹنے نہیں پائیں گے اور قیامت اس طرح قائم ہوجائے گی کہ ایک آدمی دودھ نکال کر لے چلا ہوگا لیکن اسے پینے نہیں پائے گا اور قیامت یوں قائم ہوجائے گی کہ ایک آدمی جانوروں کو پانی پلانے کیلئے حوض پر لے جائے گا لیکن پلانے نہیں پائے گا اور قیامت یوں قائم ہوجائے گی کہ ایک آدمی نے کھانے کیلئے لقمہ اٹھایا ہوگا مگر اسے کھانے نہیں پائے گا۔(صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۰۷۰: کتاب الرقاق)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وقت و زمانہ کا محتاج نہیں بلکہ آپ کا علم قیامت بلکہ اس کے بعد آنے والے حالات وواقعات پر محیط ہے غور فرمائیے کہ حدیث مبارکہ میں قیامت سے پہلے کی علامت بتائی گئی کہ سورج مغرب سے طلوع ہوگا یہاں تک کہ یہ بھی بتادیا کہ فلاں شخص فلاں کام کررہا ہوگا کہ قیامت قائم ہوجائے گی معلوم ہوا کہ آپ قیامت تک کے حالات سے باخبر ہیں تو یقیناً قیامت کا وقت کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی رہ سکتا ہے

یقیناً رب عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو غیوب خمسہ پر مطلع فرمایا ہے۔

حدیث ۵۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ سب کے بعد جہنم سے کون نکالا جائے گا یا سب سے آخر میں کون جنت کے اندر داخل ہوگا یہ آدمی جہنم سے اوندھے منہ نکالا جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۱۳۱: کتاب الرقاق)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی زبان مبارک سے اپنے علم کی وسعت بیان فرمارہے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ آپ جنتیوں اور جہنمیوں سے واقف ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ کون سا جنتی ہوگا جو سب سے آخر میں جنت میں داخل ہوگا یہاں تک کہ یہ بھی بتادیا کہ وہ جنتی جہنم سے نکلنے والا سب سے آخری شخص ہوگا اور وہ بھی اس حالت میں کہ اسے اوندھے منہ جہنم سے نکالا جائے گا۔قربان جائیے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ سے ماضی، حال، مستقبل، جنت، دوزخ دنیا، قبر وحشر غرضیکہ کوئی بھی جگہ کوئی بھی زمانہ پوشیدہ نہیں۔

حدیث ۵۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میرا حوض ایک مہینے کی مسافت کے برابر ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار اور اس کے آبخورے آسمان کے ستاروں کی طرح ہیں جو اس میں سے پی لے تو اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۱۳۷: کتاب الرقاق)

حدیث ۵۳: ابو وائل نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں حوض پر تمہارا پیش خیمہ ہوں میرے پاس تم میں سے کچھ لوگ لائے جائیں گے یہاں تک کہ میں جب انہیں پانی پلانے کیلئے جھکوں گا تو انہیں گھسیٹ کر مجھ سے دور کر دیا جائے گا فرمایا جائے گا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نیا راستہ ایجاد کیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۵۷۶: کتاب الفتن)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی کا یہ ارشاد فرمانا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا نیا راستہ ایجاد کیا یا دین میں کیا تبدیلی کی؟ اس بات کا پتا دیتا ہے حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم پردہ فرمانے کے باوجود بعد کے حالات و واقعات سے بھی بخوبی باخبر ہیں اس حدیث مبارکہ میں پوچھنے کا انداز دراصل باور کرانے کی طرف اشارہ ہے جیسے کسی کو یاد دلایا جاتا ہے کہ کیا تمہیں یاد نہیں ....

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی خبر دے دی کہ روز محشر حوض کوثر پر اس گروہ کو مجھ سے دور کر دیا جائے گا اور حوض کوثر کے پانی سے محروم کر دیا جائے گا جو دین میں نئی نئی فتنہ انگیز باتیں ایجاد کرتے ہیں۔

حدیث ۵۴: حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے جب سورج غروب ہو گیا تو فرمایا اے ابوزر! کیا تم جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں فرمایا یہ جا کر سجدے کی اجازت طلب کرتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے گویا

اس سے کہا جاتا ہے کہ جہاں سے آیا ہے وہاں چلا جا............"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۹۲۰: کتاب التوحید)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم عظیم ملاحظہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی جانتے ہیں کہ سورج غروب ہوکر کہاں جاتا ہے اور کیا کرتا ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی عقیدہ معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے پوچھنے پر کہ یہ سورج کہا جاتا ہے؟ تو حضرت ابوزر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اللہ عزوجل اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں یعنی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں اگر ایسا ایمان و ایسا عقیدہ شرک ہوتا تو صحابی ارشاد فرماتے کہ اللہ بہتر جانتا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی یہ ارشاد فرمادیتے کہ یہ تم نے کیا کہا میں کیسے جان سکتا ہوں یوں کہو کہ اللہ بہتر جانتا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب سے نوازا ہے یہ عقیدہ رکھنا صحابہ کرام کا دستور رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے۔

حدیث ۵۵: قیس بن ابوحازم کا بیان ہے کہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے آپ نے چودھویں کے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا عنقریب تم اپنے رب کو اس طرح دیکھو گے جیسے اس چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو اور اس کے دیکھنے میں تمہیں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۹۲۸۷: کتاب التوحید)

ف: سبحان اللہ! علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے کہ صحابہ کرام کو دیدارِ الٰہی سے متعلق مطلع فرما رہے ہیں کہ دیدار الٰہی جس کا تصور بھی دل ودماغ سے محال ہے لیکن حضور دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم جن الفاظ میں دیدارِ الٰہی کا نقشہ کھینچ رہے ہیں اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے اپنے دیدار سے مشرف فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا کسی شک وشبے کے ارشاد فرمایا کہ ایسے دیکھو گے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو اور تمہیں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اس یقین سے بات جب ہی کہی جاتی ہے جب کسی چیز کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہو اور کسی چیز کی تشبیہ بھی جب ہی بیان کی جاسکتی ہے جب اس چیز کو خود دیکھا ہو چنانچہ دیدارِ الٰہی سے متعلق ارشا فرمانا کہ ایسے ہوگا جیسے چودھویں کے چاند کا نظارہ بنا کسی رکاوٹ کے ہوتا ہے ایسا فرمانا واضح کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیدارِ الٰہی ملاحظہ فرمایا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ علم غیب ہے جس کی فضیلت وشان کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔

حدیث ۵۶: حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن ثعلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مال آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو عطا فرمایا اور بعض لوگوں کو نہ دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے ان لوگوں کو مال دیا جن کے دلوں میں بے چینی اور اضطراب ہے اور جن لوگوں کو نظر انداز کرتا ہوں تو اس بے نیازی اور بھلائی کے باعث جو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ڈال دی ہے..........."

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۴۷۶: کتاب التوحید)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی باتیں اور دلوں کی کیفیت بھی اسی طرح جانتے ہیں جس طرح کسی کا ظاہر دیکھا جاتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا کہ جن کے دلوں میں اضطراب ہے میں نے انہیں مال دیا ہے اور جن کے دلوں میں بے نیازی بھلائی ہے انہیں مال نہیں دیا اس بات پر قوی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے لوگوں کے دل کی باتیں بھی مخفی نہیں بلکہ صاف عیاں ہیں۔ دلوں کا اضطراب اور بے چینی یا دلوں کی بے نیازی یا اس میں پائی جانے والی بھلائی سب پوشیدہ باتیں ہیں جو اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غیبی علم کے سبب جانتے ہیں اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے اعمال وافعال اور دل کی نیتوں پر مطلع وباخبر ہیں اور ہر ہر لمحہ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

حدیث ۵۷: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات (ظاہری) کے آخری دنوں میں عشاء کی نماز پڑھائی سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہوئے اور فرمایا کیا تم نے اپنی اس رات کا حال دیکھا؟ جتنے لوگ آج روئے زمین پر ہیں سو سال کے بعد کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۶: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی عمروں کی اجمالی خبر دے رہے ہیں کہ میری امت کے لوگ جتنے آج زمین پر ہیں خواہ وہ کم عمر ہوں یا بڑی عمر کے لیکن ۱۰۰ سال سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں ہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ علیہ وسلم کی

غیبی خبر حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی سب سے آخری صحابی حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ نے ۱۱۱ھ میں وصال فرمایا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری وصال ۱۰ھ میں ہوا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم علم غیب پر مطلع ہیں اور لوگوں کی زندگی اور موت کے وقت سے واقف و باخبر ہیں۔

حدیث ۵۸: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب کے دنوں میں فرمایا کہ "اب ہم ان لوگوں پر چڑھائی کریں گے اور یہ ہم پر کبھی چڑھائی نہیں کرسکیں گے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۱۰۳: باب غزوۃ الخندق)

ف: سبحان اللہ! قربان جائیے علم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقبل میں کافروں پر حملہ کرنے اور ان کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی غیبی خبر دے دی اور ہوا بھی یہی کہ کفار کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی اور انہوں نے مدینہ شریف پر ہلّہ بول دیا اور محاصرہ کرلیا مسلمان سخت مشکل میں تھے محاصرے کو ۱۵ یا ۲۴ دن گزر گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور کفار پر تیز ہوا بھیجی، نہایت سرد اور اندھیری رات اس ہوا نے ان کے خیمے گرا دیئے، ہانڈیاں الٹ دیں، آدمی زمین پر گرنے لگے لشکر کفار میں کھلبلی مچ گئی اور بالآخر بارہ ہزار کا لشکر بھاگ کھڑا ہوا کفار کو ذلت و رسوائی نصیب ہوئی اور غزوہ احزاب کے بعد مشرکین مکہ پھر کبھی حملہ نہ کرسکے یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح مکہ کی صورت میں عظیم الشان فتح حاصل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ غیبی خبر کہ ہم ان پر چڑھائی کریں گے اور یہ ہم پر کبھی

چڑھائی نہیں کرسکیں گے درست ثابت ہوئی معلوم ہوا اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں ہونے والی جنگوں اوران کے انجام کو پہلے ہی سے جانتے ہیں۔

حدیث ۵۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس قالین ہے؟ میں عرض گزار ہوا کہ ہمارے پاس قالین کہاں سے آئیں گے؟ ارشاد فرمایا یاد رکھو عنقریب تمہارے پاس قالین آئیں گے" (حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس آج میں جو اپنی بیوی سے یہ کہتا ہوں کہ اپنا قالین مجھ سے دور کرو تو وہ جواب دیتی ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ تمہارے پاس قالین ہوں گے پس میں خاموش ہو جاتا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۶۳۱: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات واضح طور پر سامنے آگئی کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے دنوں کے حالات سے بخوبی واقف و باخبر ہیں اسی لئے اپنے صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تمہارے پاس قالین ہوں گے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہونے والی آسائشوں کی خبر دے دی اور ایسا ہی ہوا کہ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے پاس قالین آگئے۔۔۔۔غور فرمائیے کہ آسائشیں ملنے کی یہ غیبی خبر علم غیب نہیں تو کیا ہے؟۔

حدیث ۶۰: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ دو

جماعتوں میں آپس میں لڑائی نہ ہو جائے پس ان دونوں کے درمیان عظیم جنگ ہوگی حالانکہ ان دونوں کا دعویٰ (یعنی دین) ایک ہی ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تیس کے قریب جھوٹے دھوکے باز شخص ظاہر نہ ہو جائیں ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ عزوجل کا رسول ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۶۰۹: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی دی گئی پہلی غیبی خبر جو قیامت قائم ہونے سے پہلے وقوع پذیر ہوئی وہ جنگ صفین انفتح کی صورت میں سامنے آئی کہ دین اسلام کے دو بڑے گروہوں میں یہ عظیم معرکہ رونما ہوا جبکہ دونوں گروہ مسلمان تھے۔

دوسری غیبی خبر جھوٹے مدعیانِ نبوت سے متعلق ہے جو قیامت سے پہلے پہلے ظاہر ہوں گے ان کی تعداد تیس کے قریب ہوگی چنانچہ ان میں سے بعض مدعیان نبوت گزر چکے مثلاً مسیلمہ کذاب، طلحہ بن خویلد، اسود عنسی، سجاح عورت جو بعد میں مسلمان ہوگئی، غلام احمد قادیانی وغیرھم اور باقی تعداد بھی فرمان نبوی کے مطابق ضرور پوری ہوگی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کی عطا سے غیب پر مطلع ہیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی گئی خبر غلط ہو ہی نہیں سکتی۔

حدیث ۶۱: حضرت شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں عبداللہ اور ابوموسیٰ کے ساتھ تھا مجھے ان دونوں نے بتایا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک قیامت سے قریب والے دن ایسے ہوں گے کہ ان دنوں میں جہالت اترے گی اور علم اٹھالیا جائے گا اور

ان میں ھرج (قتل و قاتل) کی کثرت ہوگی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۰۶۳: کتاب الفتن)

ف: سبحان اللہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت سے قبل ظہور پذیر ہونے والی برائیوں کی غیبی خبروں پر مطلع فرمارہے ہیں جو کہ حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئیں جیسا کہ آج کل کے حالات سے ظاہر ہے کہ دین میں جہالت پھیل رہی ہے اور دین کی سمجھ بوجھ ختم ہوتی جارہی ہے آپس میں قتل وقتال عام ہے انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور کسی کی جان محفوظ نہیں یہاں تک کہ قتل ہونے والے کو بھی نہیں معلوم کہ وہ کیوں قتل کیا جارہا ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے حالات وو اقعات سے پوری طرح باخبر ہیں۔

باب سوم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف واختیار

اور

بخاری شریف

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم　　رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار وتصرف کی وہ طاقت عطا فرمائی جس کے تحت زمین، آسمان، چاند، سورج، شجر وحجر، چرند وپرند، حیوانات ونباتات ہر شئے، جن وانس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تصرف کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں، جو چاہیں، جہاں چاہیں کرگزرنے کا اختیار وتصرف رکھتے ہیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہی عقیدہ تھا الحمدللہ ہم اہلسنّت بھی صحابہ کرام کے اس عقیدے پر گامزن ہیں۔ بخاری شریف کی متعدد احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہے کہ صحابہ کرام اپنی حاجتیں اور اپنے مسائل بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتے اور آپ صلی

اللہ علیہ وسلم انہیں پورا فرماتے اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی عطا سے قادر ومختار بنایا اور اپنی ہر مخلوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع کر دی۔

حدیث ۱: حمید بن عبدالرحمٰن نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم کا خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا فرمار ہے تھے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا "بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ دیتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۱: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک روایت کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں تقسیم کرنے والا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے یعنی اللہ عزوجل کی عطا سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں اللہ عزوجل کی نعمتیں بانٹنے کا اختیار رکھتے ہیں کہ جسے چاہیں، جتنا چاہیں عطا فرمادیں لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نعمتیں بانٹنے والا بنایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اختیار و منصب سے انکار جہاں مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے وہاں ساتھ ساتھ اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے رب عزوجل کی بھی توہین ہے کہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر دراصل اللہ عزوجل کے اس فضل وکرم کا انکار کررہا ہے جو اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔

حدیث ۲: سعید مقبری سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے بکثرت ارشادات سنتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں فرمایا کہ "اپنی چادر بچھاؤ" پس میں نے اسے بچھا دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

دونوں ہاتھوں سے لپ (مٹھی) ڈالی اور فرمایا لپیٹ لو میں نے اسے لپیٹ لیا تو کسی چیز کو نہ بھولا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۹۹: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! قربان جایئے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار پر کہ جو چاہیں عطا فرمادیں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں اپنے حافظے کی کمزوری کی شکایت کی کہ میں آپ کے ارشادات سننے کے بعد بھول جاتا ہوں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی چادر میں ایک مٹھی بھر کر ایسی چیز ڈالی جو کسی کو نظر نہیں آتی تھی اور اس کے بعد سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ اس قدر تیز ہوگیا کہ وہ کسی چیز کو نہیں بھولتے تھے۔ معلوم ہوا کہ محبوب رب العالمین عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چیز سے ان کی حاجت پوری کی جو دینے والا ہی جانتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے صحابہ کرام کا عقیدہ بھی معلوم ہوگیا کہ صحابہ کرام بارگاہِ رسالت میں اپنی پریشانیاں، حاجتیں پیش کرتے تھے کہ جانتے تھے اس بارگاہ میں ہاتھ پھیلانے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں جاتا چنانچہ یہ عقیدہ رکھنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرما سکتے ہیں ہرگز ہرگز شرک نہیں کیونکہ اگر یہ شرک ہوتا تو صحابہ کرام ایسا نہ کرتے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں ایسا کرنے سے منع فرماتے لیکن چونکہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نعمتیں تقسیم کرنے پر پورا تصرف واختیار فرمایا ہے تو یہ اللہ کا خاص فضل وکرم ہے شرک نہیں۔

حدیث۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ نماز عصر کا وقت ہو گیا لوگوں نے پانی تلاش کیا تو نہ ملا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وضو کے لئے پانی پیش کیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے وضو کریں راوی کا بیان ہے کہ میں نے آپ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی کو ابلتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کرلیا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۶۸: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! کیا شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار کی کہ جتنا چاہیں عطا فرمادیں مذکورہ بالا حدیث آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار کی شاندار دلالت کرتی ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا دور دور تک پانی موجود نہیں لیکن اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کے برتن میں اپنا دست مبارک ڈالا تو دریا بہہ نکلا تمام لشکر نے باآسانی وضو کرلیا اور کوئی بغیر وضو نہ رہا۔ انسانی عقل میں یہ بات آنے والی نہیں لیکن اللہ عزوجل دینے والا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بانٹنے والے ہیں پھر کیسے یہ ممکن ہو کہ سائل محروم رہ جائے اور بارگاہِ رسالت سے خالی لوٹ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تصرف واختیار ہی تو ہے کہ اپنی انگلیوں سے دریائے رحمت جاری کردیا اور ایک روایت کے مطابق جو بخاری شریف میں ہی حدیث ۱۹۷ میں موجود ہے پانی سے وضو کرنے والوں کی تعداد ۸۰ کے قریب تھی۔ لیکن اللہ کے محبوبِ خاص صلی اللہ علیہ وسلم نے شمع رسالت کے تمام پروانوں کی اپنے تصرف واختیار کی بدولت مشکل کشائی وحاجت روائی فرمادی۔

حدیث ۴: حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور چل رہے تھے کہ رات کا آخری حصہ آ گیا ہم نے پڑاؤ کیا بیدار ہونے پر کوچ کیا اور تھوڑی دور جا کر اتر گئے وضو کے لئے پانی منگوایا وضو کیا اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوئے تو ایک آدمی کو الگ بیٹھے ہوئے دیکھا فرمایا تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ عرض گزار ہوا کہ مجھے جنابت لاحق ہے اور پانی نہیں ہے فرمایا تمہارے لئے مٹی کافی تھی پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چل دیئے تو لوگوں نے آپ سے پیاس کی شکایت کی فرمایا دونوں جاؤ اور پانی تلاش کرو دونوں گئے تو انہیں ایک عورت ملی جس نے اپنے اونٹ پر دو تھیلے یا مشکیزے اٹھا رکھے تھے وہ اسے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے فرمایا کہ اسے اونٹ سے اتار چلو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوا کر اس میں دونوں تھیلوں یا مشکیزوں کے منہ کھول دیئے اور پانی نکالا اور لوگوں میں منادی کر دی گئی کہ پانی پیو اور پلاؤ پس پینے والے نے پیا اور جس نے چاہا پلایا اور اس کے آخر میں اس شخص کو بھی پانی کا برتن دیا گیا جس کو جنابت تھی وہ عورت دیکھ رہی تھی کہ اس کے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے خدا کی قسم پانی لینا بند کیا تو محسوس ہوتا تھا کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ بھرے ہوئے ہیں پھر فرمایا کہ اس کے لئے کچھ جمع کر دو لوگوں نے اس کے لئے عجوہ کھجوریں، ستو اور آٹا جمع کیا جو کافی مقدار میں تھا اور اس کے اونٹ پر لاد دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم جانتی ہو

کہ ہم نے تمہارے پانی میں سے ذرا بھی نہیں گھٹایا بلکہ ہمیں تو اللہ عزوجل نے پانی پلایا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۴۴: کتاب التیمم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف کی ایک عظیم جھلک دکھائی دے رہی ہے کہ بظاہر دو مشکیزے پانی نہ صرف یہ کہ سب کو کافی ہو گیا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے اس پانی میں اس قدر برکت ہوگئی کہ سب کے سیر ہونے کے باوجود پانی میں ذرّہ برابر بھی کمی نہیں آئی بلکہ پہلے سے بھی زیادہ پانی ان مشکیزوں میں بھر گیا جیسا کہ راوی بیان فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم پانی لینا بند کیا تو محسوس ہوا کہ مشکیزے پہلے سے بھی زیادہ بھرے ہوئے ہیں۔ یقیناً صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہر شئے پر بھرپور تصرف واختیار رکھتے ہیں اور جو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ بے شک مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنا اہل عشق ہی کہ خاصہ ہے۔

حدیث ۵: عمرو بن میمون سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے اور قریش کی ایک جماعت مجلس جمائے ہوئے تھی کہ ان میں سے ایک کہنے لگا کون ہے جو مذبح کو جائے اور وہاں سے گوبر، خون اور اوجھڑی لائے پھر اسے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو) مہلت دے یہاں تک کہ جب سجدے میں جائے تو اس کے کندھوں کے درمیان رکھ دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں رہے اور وہ (قریش) ہنسے یہاں تک کہ ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر

جھک گئے کسی نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا جو لڑکی تھیں پس وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سے وہ ہٹایا اور انہیں (قریش کو) برا بھلا کہنے لگیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا اے اللہ قریش کو سنبھال، اے اللہ قریش کو سنبھال، اے اللہ قریش کو سنبھال۔ پھر نام لئے اے اللہ عمر بن ہشام، عتبیہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبیہ، امیہ بن خلف، عقد بن ابو معیط اور عمارہ بن ولید کو سنبھال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم غزوہ بدر کے روز میں نے انہیں (کفار) پچھاڑے ہوئے مردے دیکھا پھر گھسیٹ کر بدر کے ایک کنویں میں ڈال دیئے گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کنویں والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۹۳: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ گستاخانِ رسول کے لئے انتہائی عبرت انگیز ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ کفار مکہ کے ایک گروہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دورانِ نماز مذبح خانے سے اونٹ کی اوجھڑی لاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر ڈال دی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے اس دوران کفار نے خوب مذاق اڑایا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جب صورتحال معلوم ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہا دوڑتی ہوئی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے وہ اوجھڑی اٹھا کر پھینک دی نماز سے فارغ ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گستاخوں کے گروہ کی ہلاکت کی دعا فرمائی تو اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور غزوہ بدر کے

روز ان گستاخوں کو ذلت کی موت نصیب ہوئی فتح کے بعد صحابہ کرام نے ان گستاخوں کو گھسیٹ کر کنویں میں پھینک دیا سوائے امیہ بن خلف کے کہ اس کی لاش اس قدر پھول چکی تھی کہ جوڑ جوڑ علیحدہ ہو رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں ہو جاتا ہے پھر اگر کوئی کہے کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا وہ گستاخِ رسول ہے اور گستاخِ رسول کا انجام حدیث مبارکہ میں واضح ہے تو چاہئے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایزا نہ پہنچائے بلکہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھنے کی کوشش کرے تو بیڑا پار ہے (ان شاء اللہ عزوجل)

حدیث ٦: حضرت اسماء بن ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ کسوف پڑھی پھر فارغ ہوئے تو فرمایا "جنت مجھ سے قریب کی گئی یہاں تک کہ اگر میں چاہتا تو اس کے خوشوں میں سے تمہارے لئے ایک خوشہ لے آتا....." (صحیح بخاری شریف، حدیث ٧٠٦: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ لگائیے کہ دنیا تو دنیا جنت کی چیزوں پر بھی آپ کو پورا تصرف و اختیار ہے جنت اور اس میں موجود اشیاء سے متعلق بتا دیا گیا کہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ سنی نہ دل میں خیال گزرا کجا یہ کہ ان جنتی چیزوں کو استعمال بھی کیا جائے جنت جو کہ نیکوکاروں کے لئے اور مرنے کے بعد اللہ عزوجل اپنی رضا سے جسے چاہے داخل فرمائے پھر وہ اس کے پھل کھائے اور اس کی آسائشوں کو استعمال کرے لیکن یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اختیار ملاحظہ ہو جہاں دنیا

کی چیزوں پر آپ کو پورا تصرف واختیار حاصل ہے وہاں آپ ارشاد فرمارہے ہیں کہ ''میں چاہتا تو جنت کے پھلوں کا خوشہ تمہارے لے آتا'' سبحان اللہ! کیا تصرف واختیار ہے کہ جس کی مثال نہ کبھی ملی اور نہ ملے گی اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات بلکہ اس کے باہر بھی موجود ہر ہر چیز پر تصرف واختیار عطا فرمایا ہے۔

حدیث ۷: عبداللہ بن یوسف، امام مالک، ابوالزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اگر میں اپنی امت کے لئے مشقت نہ سمجھتا یا اگر میں لوگوں پر مشقت شمار نہ کرتا تو میں انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۴۰: کتاب الجمعہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوبِ خاص صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی احکام کی اجازت بھی مرحمت فرمادی ہے وہ جس بات کا چاہیں اپنی امت کو حکم دے دیں اور جس بات کا چاہیں حکم روک لیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے اگر میں اپنی امت کے لئے مشکل ومشقت نہ سمجھتا تو ہر نماز کے ساتھ مسواک کا حکم دیتا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی مشقت کی خاطر ہر نماز کے لئے مسواک کا حکم نافذ نہیں فرمایا لیکن اگر چاہتے تو حکم نافذ بھی کر سکتے تھے کیونکہ پروردگار عالم نے آپ کو یہ تصرف واختیار عطا فرمایا ہے کہ جب چاہیں جو چاہیں حکم فرما کر اس کام کو شریعت مطہرہ کا حصہ بنادیں۔

حدیث ۸: اسحٰق بن عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز

خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہوکر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال ہلاک ہوگیا اور بچے بھوکے مر گئے اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیجئے آپ صلی اللہ علی وسلم نے دست مبارک بلند فرمائے ہم نے آسمان میں بادل کا کوئی ٹکڑا نہیں دیکھا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ہاتھ کیا اٹھائے کہ پہاڑوں جیسے بادل آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اترے بھی نہیں کہ میں نے بارش کے قطرے آپ کے ریش مبارک سے ٹپکتے دیکھے اس روز بارش ہوئی، اگلے روز بھی، اس سے اگلے روز بھی یہاں تک کہ اگلے جمعہ تک پس وہی اعرابی کھڑا ہوا اور عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکانات گر گئے اور مال ڈوب گیا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا فرمایئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ ہمارے اردگرد ہم پر نہیں پس جس طرف دست مبارک سے اشارہ کرتے ادھر سے بادل چھٹ جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ ایک دائرہ سا بن گیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۸۴: کتاب الجمعہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار کی ایک عظیم الشان مثال ملاحظہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسموں پر بھی تصرف رکھتے ہیں کہ جب چاہا جہاں چاہا اور جیسا چاہا موسم واقع فرما دیا غور فرمایئے پہلے اعرابی نے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ کے دعا فرماتے ہی زوردار بارش شروع حالانکہ دور دور تک بھی آسمان پر بادلوں کا نشان نہ تھا لیکن ہاتھ بلند فرماتے ہی پہاڑوں جیسے بادل اُمڈ آئے یہاں تک کہ ایک ہفتے تک بارش

ہوتی رہی پھر وہ اعرابی حاضر ہوئے اور بارش کی تباہ حالی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انگشت مبارک سے جہاں جہاں اشارہ فرماتے جاتے وہاں وہاں سے بادل چھٹتے جاتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پر ایک دائرہ سا بن گیا اردگرد بارش ہوتی رہی لیکن درمیانی حصہ خشک رہا یہ عظیم الشان حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار کی منہ بولتی تصویر ہے کہ زمین، آسمان، دنیا، آخرت، جنت، دوزخ ہر جگہ آپ کو تمام تر اختیارات اللہ عزوجل نے عطا فرمائے ہیں کہ آپ جو چاہیں اپنی مرضی مبارک کے مطابق حکم نازل فرمائیں۔

حدیث ۹: شعبی سے روایت ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الضحیٰ کے روز نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا "جس نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی اس کی قربانی درست ہوگی اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی تو وہ نماز سے پہلے ہے لہٰذا اس کی قربانی نہیں ہوئی۔ حضرت براء کے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیاز رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے اپنی بکری نماز سے پہلے ذبح کرلی یہ جانتے ہوئے کہ دن کھانے پینے کا ہے اور میں نے چاہا کہ میری بکری پہلی ہو جو میرے گھر میں ذبح کی جائے لہٰذا میں نے اپنی بکری ذبح کی اور نماز کے لئے حاضر ہونے سے پہلے اسے کھا بھی لیا فرمایا کہ تمہاری بکری گوشت کھانے کے لئے ہوئی عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک سالہ بھیڑ کا بچہ ہے جو مجھے دو بکریوں سے پیارا ہے کیا وہ مجھے کفایت کرے گا؟ فرمایا "ہاں اور تمہارے بعد کسی کو کفایت نہیں کرے گا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۰۵: کتاب العیدین)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات وقدرت کا اندازہ لگائیے شرعی لحاظ سے ایک سالہ بھیڑ کے بچے کی قربانی درست نہیں اور اس سے قربانی کا حکم پورا نہیں ہوگا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریعی احکامات پر بھی پورا تصرف واختیار رکھتے ہیں جو چاہیں حکم نافذ فرمادیں اور جب چاہیں حکم ہٹالیں چنانچہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ایک سالہ بھیڑ کا بچہ قربانی کے طور پر ذبح کرنے کا مجاز بنادیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع اختیارات وتصرف کی کھلی دلیل ہے اور اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی احکامات پر پورا پورا اختیار عطا فرمایا ہے کہ جب چاہیں، جس کے لئے چاہیں حکم نافذ کردیں یا ہٹالیں چنانچہ مذکور بالا حدیث مبارکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ قربانی تمہیں کفایت کرے گی اور تمہارے بعد کسی کو کفایت نہیں کرے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لئے حکم میں نرمی فرمائی لیکن اور کسی کے لئے اجازت نہیں۔

حدیث ۱۰: حضرت حمیدی، سفیان، اعمش، ابوالضحیٰ، مسروق، حضرت عبداللہ، عثمان بن ابوشیبہ، جریر، منصور سے روایت ہے کہ ہم حضرت عبداللہ بن مسعود کے پاس تھے تو انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں کی سرکشی دیکھی تو کہا اے اللہ ان پر حضرت یوسف کے زمانے جیسی قحط سالی مسلط فرما پس قحط پڑ گیا اور سب چیزیں برباد ہوگئیں یہاں تک کہ لوگوں نے کھالیں اور مردار تک کھائے اور جب ان میں سے کوئی آسمان کی طرف دیکھتا تو بھوک کے باعث دھواں سا نظر آیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۵۱: ابواب الاستسقاء)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جو فرما دیں وہ پورا ہو کر رہتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قدرت واختیار حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں وہ ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں گستاخانِ رسول کے لئے آپ نے بددعا فرمائی اور نتیجے کے طور پر ان گستاخوں کو بھیانک قحط کا سامنا کرنا پڑا تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے سب کچھ ممکن ہے لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ (معاذ اللہ) نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا درحقیقت اپنے آپ کو گستاخانِ رسول میں شمار کرنے کے مترادف ہے۔

حدیث ۱۱: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز ایک آدمی منبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ دے رہے تھے وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا، اے اللہ ہم پر بارش برسا، اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا کی قسم اس وقت ہم نے آسمان میں کوئی بادل یا ابر کا ٹکڑا وغیرہ نہیں دیکھا تھا پس بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا جب آسمان کے درمیان آیا تو پھیل گیا پھر بارش ہوئی خدا کی قسم ہم نے ایک ہفتہ سورج نہیں دیکھا پھر اگلے جمعہ کو ایک آدمی اسی دروازے سے اندر داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا

کیجئے کہ اسے روک لے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے اللہ! ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں اے اللہ پہاڑوں، ٹیلوں، پہاڑیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر پس بارش رک گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۵٦: ابواب الاستسقاء)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار و تصرف تو ملاحظہ فرمائیے کہ زمین ہو یا آسمان ہر جگہ آپ کے تصرف کے نظارے نظر آتے ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا ہے کہ پہلے قحط سالی دور کرنے کے لئے بارش فرمائی جب ایک ہفتہ خوب بارش ہوئی تو ایک اعرابی کی درخواست پر ایسی بارش فرمائی جو پہاڑوں، ٹیلوں، درختوں پر تو ہوتی تھی لیکن لوگوں کے درمیان نہ ہوتی تھی جیسا کہ راوی نے بیان کیا کہ ہم دھوپ میں چلنے لگے حاجت روائی اور مشکل کشائی کا یہ نرالا اور انوکھا انداز رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کے تصرف و اختیار کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرمہ کو حرام فرمایا ہے نہ اس کی گھاس اکھاڑی جائے اور نہ اس کا درخت کاٹا جائے اور نہ اس کا شکار بھڑکایا جائے اور نہ اس کی گری ہوئی چیز اٹھائی جائے مگر اعلان کرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے اذخر کے سوا کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے لئے ہے فرمایا چلو اذخر کے سوا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہماری قبروں اور ہمارے گھروں کیلئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲٦۱: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے تصرف واختیار کی وہ جھلک ملاحظہ فرمائیے جو اللہ عزوجل کے محبوب کو تشریعی احکامات میں بھی حاصل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم کی گھاس کاٹنے کو ناجائز قرار دیا لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے عرض گزار ہونے پر اذخر کو مستثنیٰ فرمایا معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ سلم کو شرعی احکامات پر بھی پورا پورا تصرف واختیار عطا فرمایا ہے۔

حدیث ۱۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہلاک ہو گیا فرمایا تمہیں کیا ہوا عرض کی کہ میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں آزاد کرنے کے لئے ایک گردن میسر ہے؟ عرض کی نہیں، فرمایا کیا تم دو مہینوں کے متواتر روزے رکھ سکتے ہو؟ عرض گزار ہوا نہیں، فرمایا کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ عرض کی نہیں، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے اور ہم وہیں تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عرق پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں (عرق ایک پیمانہ ہے) فرمایا سائل کہاں ہے عرض گزار ہوا کہ میں ہوں فرمایا کہ انہیں لے کر خیرات کر دو وہ آدمی عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اپنے سے زیادہ غریب پر؟ خدا کی قسم ان دنوں سنگلاخ میدانوں کے درمیان (پورے مدینے میں) کوئی گھر والے ایسے نہیں جو میرے گھر والوں سے زیادہ غریب ہوں پس نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ پچھلے دانت مبارک نظر آنے لگے پھر فرمایا اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۰۶: کتاب الصوم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے اندازہ ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو شرعی احکام سے متعلق بھی بااختیار بنایا ہے شریعت مطہرہ کے قانون کے مطابق قصداً روزہ توڑنے والے پر کفارہ لازم ہے لیکن قربان جایئے اللہ عزوجل کے رسول رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اپنی شانِ تصرف واختیار کی بدولت سائل کو کفارہ ادا کرنے کے بجائے کئی من کھجوروں سے نواز دیا گناہ کا ایسا کفارہ ادا کرنے کی مثال کہیں نہیں ملتی اور یہ خاص اس شخص کے لئے ہی اجازت مرحمت فرمائی اس کے بعد کسی کے لئے نہیں۔ مختلف روایات میں یہ الفاظ مروی ہیں:

""تو، تیرے بال بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے سوا اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔"

حدیث ۱۳: حضرت میسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی راستے میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصوا حدیبیہ کے بالکل قریب ایک ایسے گڑھے کے کنارے بیٹھ گئی جس میں تھوڑا سا پانی تھا لوگوں نے بارگاہِ رسالت میں پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے تیر نکال کر انہیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے اس گڑھے میں ڈال دو پس خدا کی قسم پانی فوراً ابلنے لگا اور تمام لوگ سیراب ہوگئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۳۵: کتاب الشروط)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مشکل کشا اور حاجت روا ہیں جو اپنے عظیم تصرف و اختیارات کے سبب اپنے صحابہ کی ایسی مدد فرماتے ہیں جس کی مثال روئے زمین پر موجود نہیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر چودہ سو مجاہدین اسلام کا لشکر حدیبیہ کے مقام پر موجود ہے ایک گڑھے میں جو تھوڑا سا پانی ہے وہ قریب الختم ہے لشکر اسلام پیاس سے بے حال ہے لیکن جانتے ہیں کہ ان کے ساتھ وہ عظیم ہستی ہے جسے اللہ عزوجل نے تمام تر اختیارات سے نوازا ہے وہ چاہے تو کوئی مشکل مشکل نہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ترکش سے ایک تیر نکالتے ہیں جیسے ہی گڑھے میں وہ تیر ڈالا جاتا ہے پانی ابلنے لگتا ہے یہاں تک چودہ سو کا عظیم لشکر اس پانی سے خوب سیراب ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ کیا طاقت وقدرت ہے اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ مدد فرمانا چاہیں تو کوئی رکاوٹ نہیں۔

ساتھ ساتھ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ بھی معلوم ہوا کہ آپ حضرات اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاجت روا، مشکل کشا، دافع بلا جانتے تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان کے اس عقیدے پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ نجانے معترضین کو پھر کیا تکلیف ہے عاشق جانے معشوق جانے جب دونوں ہی راضی ہیں تو پھر بھلا شرک شرک کی گردان چہ معنی دارد۔

حدیث ۱۴: حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد غزوہ احد میں جام شہادت نوش کر گئے ان کے اوپر کچھ قرض تھا جب کھجوریں توڑنے کے دن آئے تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ میرے والد محترم غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے کافی قرضہ پیچھے چھوڑا ہے میری خواہش ہے کہ آپ کھجوروں کے پاس تشریف لے چلیں تا کہ قرض خواہ آپ کو دیکھ کر کچھ تخفیف کر دیں گے فرمایا جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کی علیحدہ علیحدہ ڈھیری لگا دو میں نے ارشاد کی تعمیل کر کے آپ کو مطلع کیا۔ قرض خواہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور بھی سختی سے تقاضا کرنے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کا یہ طرز عمل ملاحظہ فرمایا تو بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور اس پر بیٹھ گئے اور مجھے حکم دیا کہ اپنے قرض خواہوں کو بلا لو (وہ آ گئے تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود پیمانہ بھر بھر کر انہیں دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرضہ ادا کروا دیا بلکہ خدا کی قسم میں تو یہ چاہتا تھا کہ سارا قرضہ ادا ہو جائے خواہ میں اپنی بہنوں کے پاس ایک کھجور بھی لے کر نہ جا سکوں پس خدا کی قسم (پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدقے تمام ڈھیریاں اسی طرح بچ رہیں حتیٰ کہ میں دیکھتا ہوں کہ جس ڈھیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ اس میں سے گویا ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۸۱: کتاب الوصایا)

ف: سبحان اللہ! اللہ عزوجل کی عطا سے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت تھی کہ بڑی سے بڑی مشکل کو بھی حل کرنے کا ارادہ فرمائے تو

وہ حل ہو جاتی جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض خواہوں کو اپنے دست کرم سے ناپ ناپ کر کھجوریں دیں یہاں تک کہ کھجور کی ایک ہی ڈھیری سے ان کا سارا قرضہ ادا ہو گیا اور پھر بھی اس ڈھیری میں سے ایک کھجور کم نہ ہوئی جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم تمام ڈھیریاں قرضہ ادا کرنے کے باوجود بچی رہیں یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی۔ یہ سب کیسے ہوا؟ یقیناً یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف واختیار ہی ہے جس کی بدولت کبھی کوئی سائل نامراد واپس نہ لوٹا بلکہ اپنی مراد پوری کر کے ہی لوٹا۔
غور فرمائیے کہ جب ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی اور سارا قرضہ ادا ہو گیا تو پھر وہ قرضہ میں جو کھجوریں دیں وہ کہاں سے آئیں؟ سیدھا سا جواب ہے کہ پروردگار عالم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قاسم بنایا ہے اپنی نعمتوں کا تقسیم کرنے والا بنایا ہے لہٰذا اس نے دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم فرمادیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ ارشاد فرمایا "**واللہ یعطی انا قاسم**" "اللہ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔"
صحابہ کرام کا بھی یہی ایمان تھا کہ حاجت روائی ومشکل کشائی اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ہی سے ہوگی جب تو صحابہ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے اور اپنی اپنی مرادیں پیش کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خالی جھولیاں بھر دیتے کہ اللہ عزوجل دے رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بانٹ رہے ہیں اگرچہ ہاتھ خالی دکھائی دیتے ہیں لیکن پھر ان کے صدقے سے سب کو مل رہا ہے چنانچہ یہ عقیدہ وایمان رکھنا شرک نہیں بلکہ صحابہ کرام کی سنت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا باعث ہے۔

حدیث ۱۵: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب مختلف صحائف سے نقل کر کے قرآن مجید ایک جگہ جمع کیا گیا تو مجھے سورۃ الاحزاب کی ایک آیت نہیں مل رہی تھی مجھے وہ آیت حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری کے سوا کسی اور کے پاس نہ ملی جن کی گواہی کو اللہ عزوجل کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر بنادیا تھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۰۵: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی امور میں بھی تصرف واختیار عطا فرمایا تھا جب ہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دے دیا حالانکہ ایک آدمی کی گواہی ایک گواہی شمار ہوتی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اختیار کی بدولت حضرت خزیمہ کی گواہی کو دو کے برابر ٹھہرادیا واقعہ کچھ یوں ہے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا پھر اعرابی نے گھوڑا فروخت کئے جانے سے انکار کردیا تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اعرابی سے کہا اے اعرابی میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خزیمہ تم کیسے گواہی دیتے ہو (جبکہ تم خریداری کے وقت موجود نہ تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا "میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں؟" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گواہی کو دو مردوں کی

گواہی کے برابر کر دیا اور حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کے لئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو مردوں کی گواہی قرار دی گئی۔ (خصائص الکبری، ج ۲)

حدیث ۱۶: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خیبر کی طرف نکلا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا رہوں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے تو اپنے دست مبارک سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کر کے فرمایا اے اللہ میں اس کی دونوں پہاڑیوں کے درمیان والی جگہ کو حرام بتاتا ہوں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرام بتایا تھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۵۱: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ اللہ عزوجل کی عطا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی امور میں تحلیل و تحریم کا اختیار مرحمت فرمایا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو حرام بنا دیا حالانکہ حلال و حرام اللہ عزوجل کی ہے؟ لیکن اس کی عطا سے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرام کر دینے سے مدینہ طیبہ حرام ہو گیا لہٰذا معترضین کا یہ کہنا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا محض جہالت اور بدبختی ہے۔

حدیث ۱۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ریشمی قمیض پہننے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی کیونکہ ان دونوں حضرات کے جسم پر خارش تھی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۶۰: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ومقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لئے ریشمی کپڑا پہننا حرام فرمادیا ہے لیکن اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تصرف واختیار کی بدولت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو ان کی خارش کے سبب ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ یہ اجازت صرف ان دو حضرات کے لئے ہی تھی کوئی دوسرا کسی بھی سبب سے ریشمی قمیص پہننے کا مجاز نہیں معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کی عطا سے اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم حرام کو حلال کر دینے پر قدرت رکھتا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص کبریٰ میں سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شریعت کے احکام سے جسے چاہے مستثنیٰ فرمادیتے اور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں چنانچہ شرک شرک کی رٹ لگانے والوں کو چاہئے کہ آنکھیں کھول کر بلکہ دل کی آنکھیں کھول کر احادیث مبارکہ پر غور کریں مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آجائے گا۔

حدیث ۱۸: سعید بن المسیب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک روز جبکہ میں سورہا تھا تو میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۶۰: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں دے دی گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و

اختیارات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ پروردگار عالم مالک الملک جل جلالہ نے اپنے نائب اکبر خلیفہ اعظم، محبوبِ خاص صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی کنجیاں عطا فرمادیں کہ جیسے چاہیں، جب چاہیں، جس پر چاہیں ان خزانوں کی بارش فرمادیں کہ جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل بھی اسی کے اختیار میں ہوتا ہے کہ جب چاہے کھول لے اور نہ چاہے تو نہ کھولے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم جسے چاہیں جو چاہیں عطا فرمادینے پر طاقت وقدرت رکھتے ہیں۔

حدیث ۱۹: حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ لوگوں کا زادِ راہ ختم ہوگیا اور وہ خالی ہاتھ رہ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں اعلان کردو کی اپنا بچا ہوا زادِ راہ بارگاہِ رسالت میں لے آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر برکت کی دعا کی پھر لوگوں سے فرمایا کہ اپنے اپنے برتن بھر کرلے جائیں لوگوں نے بھرنا شروع کئے یہاں تک کہ ان کے تمام برتن بھر گئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۶۵: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اٹھانے کی دیر ہوتی ہے کہ جو چاہتے ہیں انہیں عطا ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ لوگوں نے زادراہ کی تنگی کی شکایت کی تو آپ نے دعا فرمائی اور اس تھوڑے میں ہی اس قدر برکت ہوگئی کہ لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیئے۔ مقدار کی کمی زیادتی میں کیسے تبدیل ہوگئی یہ اس کا دینے والا رب عزوجل جانے اور لینے والا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جانیں ہم تو اتنا

جانتے ہیں کہ بس اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو طاقت واختیار عطا فرمایا ہے وہ جو چاہیں حاصل کرلیں اور جسے چاہیں عطا فرمادیں۔

حدیث ۱۹: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد محترم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوبکر وہ واقعہ بتائیے جب آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کی تو آپ دونوں پر کیا گزری فرمایا ہم ساری رات صبح تک چلتے رہے پھر دوپہر ہوگئی پھر دن ڈھل چکا تھا اسی اثناء میں ہمارا پیچھا کرتا ہوا سراقہ بن مالک آ گیا میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ہمارے پیچھے آ گیا ہے فرمایا ڈرو مت اللہ ہمارے ساتھ ہے پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک اس سمیت زمین میں دھنس گیا (اس نے کہا) میرے خیال میں آپ دونوں نے میری ہلاکت کے لئے دعا کی ہے اب میری نجات کے لئے دعا کی جائے خدا کی قسم میں آپ کی تلاش میں پھرنے والوں کو واپس لوٹا دوں گا پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کی تو زمین نے اسے چھوڑ دیا پس جو شخص بھی اسے ملتا وہ اس سے کہہ دیتا کہ ادھر میں تلاش کر آیا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۵۱: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم زمین پر بھی نافذ ہے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پاتے ہی تعمیل ارشاد کرتی ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ہے کہ سراقہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرتے ہوئے آپ کے پاس جا پہنچا تھا اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاندہی پر مامور رکھا گیا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زمین نے اسے ایسا جکڑا کہ اس نے اپنی نجات کی دعا کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف یہ کہ درخواست کی بلکہ دشمنوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پتا نہ بتانے کا وعدہ کیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو زمین نے سراقہ اور اس کے گھوڑے کو چھوڑ دیا چنانچہ یہ بات خوب واضح ہوگئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہنے سے سب کچھ ہوتا ہے۔

حدیث ۲۰: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیئے تھے۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۷۰: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا شق القمر کا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار کی روشن دلیل ہے کہ زمین کے ساتھ ساتھ آسمان اور اس میں موجود چیزوں پر بھی آپ کا حکم نافذ ہے جیسا کہ ایک اور حدیث مبارکہ میں بیان کیا گیا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھانے کا مطالبہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی طاقت واختیار کی جھلک دکھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ کرتے ہی چاند دو ٹکڑے ہو گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو چاند واپس اپنی اصل حالت میں آ کر جڑ گیا معلوم ہوا کہ اس مالک ملک قادر مطلق عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات سے باہر بھی تصرف واختیار عطا فرمایا ہے۔

حدیث۲۱: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم خندق کھود رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک سے پتھر بندھا ہوا تھا ہم نے بھی تین دن سے کچھ کھایا پیا نہ تھا پس میں عرض گزار ہوا مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے پس میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (بھوک کی) ایسی حالت میں دیکھا ہے جو میرے لئے ناقابل برداشت ہے پس بتاؤ تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟ انہوں نے کہا تھوڑے سے جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے یہاں تک کہ گوشت ہانڈی میں پکنے کے لئے رکھ دیا گیا جبکہ آٹا گوندھ کر رکھ لیا اور ہانڈی پکنے کے قریب ہوگئی پس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور عرض گزار ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا تیار کروایا ہے پس آپ ایک دو حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں فرمایا کتنا کھانا پکایا ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا فرمایا یہ تو بہت ہے اور بڑا اچھا ہے پھر فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ ہانڈی نہ اتاریں اور تنور سے روٹیاں نہ نکالیں جب تک میں نہ آ جاؤں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار سے فرمایا کہ کھانے کے لئے کھڑے ہو جاؤ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا اندر چلو پھر روٹیاں توڑ کر ان پر گوشت ڈالا اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹیاں لے کر انہیں ڈھکتے رہے اور صحابہ کرام کے سامنے رکھتے جاتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر روٹیاں توڑ کر لوگوں کو دیتے رہے یہاں تک کہ سب شکم سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ رہا آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب تم بھی کھالو اور جن کے لئے کھانا بھیجنا ہے ان کے لئے بھی بھیج دو کیونکہ آج کل لوگوں کو بھوک نے ستایا ہوا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۰۱: ابواب المغازی)

ف: سبحان اللہ! قربان جائیے مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کہ اپنے پروانوں کی ایسی حاجت روائی فرمائی کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں بیان ہوا خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور صحابہ کرام بھی تین دن کے فاقے سے ہیں پھر بھی خندق کھودنے میں لگے ہوئے ہیں مہربان آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثار صحابہ کی تکلیف، بھوک و پیاس کی شدت اور انتھک محنت ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے دو تین افراد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو کھانا ایک صاع جو کے آٹے کی روٹی اور تقریباً اتنے ہی گوشت کے سالن پر مشتمل تھا ایسے میں مہربان آقا صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام کو اپنے ساتھ دعوت میں لے جاتے ہیں یہاں تک کہ سب کو روٹیوں اور بکری کے گوشت کے سالن سے شکم سیر فرما دیتے ہیں سبحان اللہ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے کہ جو کھانا صرف چار یا پانچ آدمیوں کے لئے تھا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار کی بدولت نہ صرف ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام نے پیٹ بھر کر کھایا بلکہ اس کے بعد بھی بچ رہا حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے باقی لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ غور فرمائیے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت نہیں تو کیا ہے حالانکہ کھانا تو بہت تھوڑا تھا وہ اس قدر کثیر تعداد میں موجود افراد نے کہاں سے کھایا جبکہ کھانا

کم بھی نہ ہوا بلکہ بچ رہا ایسا کیسے ممکن ہوا تو سیدھا سا جواب ہے کھلانے والا وہ ہے جسے رب تعالیٰ نے قاسم بنایا ہے جس کی نعمتیں ہیں وہ اور جو بانٹنے والا ہے وہ جانے ہم تو یہ جانتے ہیں کہ اللہ کا محبوبِ خاص صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہے وہ ہو جاتا ہے جب یوں غور کریں گے تو بات خود بخود سمجھ میں آ جائے گی۔

حدیث ۲۲: عبید اللہ بن موسیٰ اسرائیل سے اسرائیل ابی اسحٰق سے اور اسحٰق حضرت براء بن عازب سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حدیبیہ کے روز ہم چودہ سو افراد تھے حدیبیہ اصل میں ایک کنویں کا نام ہے جب ہم نے اس سے پانی بھرنا شروع کیا تو اس میں ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے پھر پانی کا ایک برتن منگوالیا وضو کیا، کلی فرمائی اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچا ہوا پانی کنویں میں ڈال دیا تھوڑی دیر میں اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ہم اور ہماری سواریاں سیراب ہو گئیں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۴۵: ابواب المغازی)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ آپ کے اختیار وقدرت کا منہ بولتا شاہکار ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حدیبیہ کے کنویں میں پانی بالکل ختم ہو گیا صحابہ سخت پریشانی و مشکل میں گرفتار ہیں ایسے میں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مشکل دور فرمائی اور اپنے وضو کا بچا ہوا مبارک پانی کنویں میں ڈال کر دعا فرمائی تو آناً فاناً کنواں پانی سے بھر گیا یہاں تک کہ سب کی حاجت پوری ہو گئی صحابہ کرام بھی یہی عقیدہ رکھتے

تھے کہ بارگاہِ رسالت میں حاجت روائی ضرور ہوگی کہ وہ جب چاہیں جسے چاہیں عطا فرمانے پر قدرت رکھتے ہیں چنانچہ یہ عقیدہ شرک نہیں بلکہ صحابہ کرام کا رستہ ہے۔

حدیث ۲۳: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چودہ سو افراد یا اس سے بھی کہیں زیادہ تھے پس ہم نے ایک کنویں کے پاس پڑاؤ ڈالا جب ہم اس کنویں کا سارا پانی نکال چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنویں پر تشریف لائے اور اس کی منڈیر پر بیٹھ گئے اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانی کا ایک ڈول لاؤ پس وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعابِ دہن ڈالا پھر دعا کی اس کے بعد فرمایا کہ ایک ساعت ٹھہرے رہو پس سارے حضرات خود اور ان کی سواریاں کوچ کرنے تک سیراب ہوتے رہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۴۶: ابواب المغازی)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شانِ قدرت کا نمونہ ہے جو آپ کو اللہ عزوجل نے عطا فرمائی مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ چودہ سو سے زائد کا لشکر اسلام اور پانی کا ایک قطرہ نہیں کنواں خشک ہو چکا ہے ایسے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہی اپنا لعاب دہن مبارک پانی میں ڈالا پانی نکلنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ تمام مجاہدین اسلام بھی سیراب ہو گئے اور ان کی سواریاں بھی یہاں تک قافلہ کوچ کرنے تک یہی پانی استعمال ہوتا رہا مگر اس میں ذرا کمی نہ آئی یہ سب کچھ کیا ہے؟ پانی کہاں سے آیا؟

کس نے دیا؟ اہلِ عشق اس کا جواب یہی دیتے ہیں کہ رب ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں دینے والا عظیم تر اور بانٹنے والا اس کا عزیز تر پھر کیسے ممکن ہے کہ محبوب چاہے اور محبّ عطا نہ کرے تو معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا مطلوب ہے پس اس کا محبوب جو چاہتا ہے، ہو جاتا ہے۔

ساتھ ساتھ یہ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام بھی یہ جانتے تھے کہ اللہ عزوجل کا محبوب خاص سب کچھ عطا فرمانے پر قادر ہے اس لئے کوئی حاجت پیش آئی، کوئی دشواری پیش آئی براہِ راست اللہ عزوجل سے مانگنے کے بجائے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے کہ جانتے تھے محبوب کی بات کبھی رد نہیں کی جائے گی اور اللہ عزوجل اس کی دعا ضرور پوری فرمائے گا چنانچہ یہ عقیدہ رکھنا کہ جو مانگنا ہے صرف اللہ سے مانگو کہ نبی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا (معاذ اللہ) عقیدہ باطل ہے اللہ ہر مسلمان کو اس عقیدے کی بو سے بھی بچائے۔

حدیث ۲۴: یزید بن ابو عبید فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ اے ابو مسلم! یہ نشان کیسا ہے فرمایا مجھے غزوہ خیبر میں زخم آیا تھا لوگ تو یہی کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آ پہنچا ہے لیکن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۹۱: ابواب المغازی)

ف: سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت وقدرت ملاحظہ فرمائیے کہ ایک غزوہ کے موقع پر حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کی پنڈی پر

ایسا زخم لگا کہ لگتا تھا کہ آخری وقت آ پہنچا مگر قربان جایئے اللہ کے رسول محبوبِ خاص صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار و قدرت پر کہ اتنا مہلک زخم لیکن دم فرمایا تو زخم بالکل ٹھیک ہو گیا یہاں تک کہ اس میں کبھی تکلیف محسوس نہ ہوئی جیسے زخم لگا ہی نہیں تھا اور یقیناً زخم کیسے نہ ٹھیک ہوتا کلام بے شک اللہ عزوجل کا لیکن پڑھنے والا کون تھا؟ اللہ عزوجل کا محبوب، اس کا خلیفہ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ عزوجل اس کی زبان میں تاثیر نہ پیدا فرماتا کیسے اس کے پڑھے ہوئے کو رد فرماتا اس نے تو اپنے محبوب کو اختیارات دیئے ہی اس لئے ہیں کہ لوگ مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف و باخبر ہو جائیں اور ہے بھی یوں ہی کہ صحابہ کرام مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھے اسی لئے حضرت سلمہ اتنے شدید زخم کے باوجود بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے کہ شفا اسی دربار سے ملے گی اور ایسا ہی ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر تین مرتبہ دم فرمایا زخم ایسا ہو گیا جیسے کبھی تھا ہی نہیں الحمد للہ ہم اہلسنت کی جماعت اہل عشق کی جماعت ہے اور صحابہ کے دستورِ عمل پر ہمارا نظامِ حیات ہے ہمارا طرزِ حیات قائم ہے اور یہی ہماری زندگی کا نصب العین ہے لاکھ کوئی بد بخت شرک شرک کے نعرے لگاتا رہے ہم تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر چلتے چلے جائیں گے اور ان شاء اللہ عزوجل مراد پر پہنچ جائیں گے۔

حدیث ۲۵: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں گھوڑے پر اچھی طرح بیٹھ نہیں سکتا تھا میں نے اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست انور کا

اثر اپنے سینے میں محسوس کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اس کو ٹھہرا دے اور اسے ہدایت کرنے والا نیز ہدایت یافتہ بنادے یہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔''

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۰۱۶: کتاب المغازی)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ملاحظہ فرمائیے کہ ایک صحابی کے عرض گزار ہونے پر کہ میں گھوڑے پر صحیح طرح نہیں بیٹھ سکتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر دست انور کیا مارا کہ وہ صحابی ارشاد فرماتے ہیں کہ میں پھر کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً وہ طاقت وقدرت اور اختیار رکھتے ہیں کہ بس چاہنے کی دیر ہوتی ہے کام ہو جاتا ہے۔

حدیث ۲۶: حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہم ایک سوتیس افراد تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کیا کسی کے پاس کھانا ہے؟ اس وقت ایک آدمی کے پاس ایک صاع کے لگ بھگ کھانا (آٹا) تھا پس اسے گوندھا گیا اتنے میں ایک مشرک ریور کو ہانکتا ہوا آ گیا راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خرید لی پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم فرمایا خدا کی قسم ایک سوتیس آدمیوں سے ہر ایک کو اس کلیجی سے حصہ مل گیا، جو حاضر تھے انہیں دے دیا گیا اور جو موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا تھا پھر بکری کا گوشت دو کونڈوں میں نکالا گیا پس ہم سب نے شکم سیر ہو کر کھایا اور دونوں کونڈوں میں بچ بھی رہا جو ہم نے اونٹ پر لادلیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۹۹۳: کتاب الاطعمہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک صاع آٹے کی روٹیاں اور ایک بکری کی کلیجی نہ صرف یہ ایک سوتیس افراد کے لئے کافی ہوگئی بلکہ جو افراد غیر حاضر تھے ان کا حصہ بھی رکھ دیا گیا اور باقی بچا ہوا کھانا اونٹ پر لاد لیا گیا یہ سب کچھ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے کہ اتنی کم مقدار میں موجود کھانا پورے قافلے والوں نے شکم سیر ہو کر کھایا اور باقی اٹھا کر رکھ لیا یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت وعطا ہے۔

حدیث ۲۷: حضرت میسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر شریف پر فرماتے ہوئے سنا کہ "بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اجازت مانگی کہ اپنی بیٹی کو علی بن ابو طالب کے نکاح میں دے دیں پس میں اجازت نہیں دیتا پھر کہتا ہوں اجازت نہیں دیتا پھر کہتا ہوں کہ اجازت نہیں دیتا اگر علی بن ابو طالب بھی یہی چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور اس کی بیٹی سے نکاح کرلیں کیونکہ وہ (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بات اسے بری لگے وہ مجھے بھی بری لگتی ہے اور جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے بھی تکلیف دیتی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۸۵۸: کتاب النکاح)

ف: سبحان اللہ! مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا بات ہے کہ ایسا مقام نہ کبھی کسی کو حاصل ہوا اور نہ ہوگا۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ تشریعی امور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار وتصرف کا منہ بولتا ثبوت ہے جیسا کہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام میں مرد کو بیک وقت چار شادیوں کی عام اجازت ہے اور اس کے لئے کسی

کی اجازت کی ضرورت نہیں لیکن دیکھیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شرعی معاملات میں بھی کس قدر اختیار رکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جبکہ انہیں دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے دوسری شادی کی اجازت نہیں دی اور فرمایا اگر دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں تو پہلے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ کو طلاق دے دیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری شادی سے حضرت فاطمۃ الزہرا کو قلبی رنج پہنچتا جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز گوارا نہ تھا لہٰذا تین بار تکرار کے ساتھ دوسری شادی کی ممانعت فرمائی کہ میں اجازت نہیں دیتا پھر کہتا ہوں کہ میں اجازت نہیں دیتا پھر کہتا ہوں کہ میں اجازت نہیں دیتا۔

غور فرمائیے کہ یہ اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کر حاصل ہوا جبکہ حکم سب مسلمانوں کے لئے ایک ہی ہے وجہ اس کی یہی ہے کہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بلند ہے کہ عام مسلمان اس تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرح سمجھنا یا اپنے بڑے بھائی جیسا رتبہ دینا کہاں کی علمیت ہے اور اس مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو مشرک کہنا کیسا مذہب ہے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم نبی   اس برے مذہب پر لعنت کیجئے

حدیث ۲۸: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو تم میں سے قربانی کرے تو تیسرے روز کی صبح اس کے گھر قربانی کا گوشت نہیں ہونا چاہئے جب اگلا سال آیا تو لوگ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسی طرح کریں

جیسے پچھلے سال کیا تھا؟ ارشاد فرمایا کہ کھاؤ اور کھلاؤ اور جمع بھی کرلو کیونکہ وہ سال لوگوں پر تنگی کا تھا تو میرا ارادہ ہوا کہ اس میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۱۷۶: کتاب الاشربہ)

ف: سبحان اللہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی امور میں قدرت واختیار کی ایک جھلک ملاحظہ ہو کہ مسلمانوں کے لئے قربانی کے گوشت کی بالکل اجازت ہے خواہ کھائیں، بانٹیں یا جمع کر کے رکھیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرعی امور میں اختیار ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے تیسرے دن تک گوشت گھر میں جمع رکھنے کی پابندی فرمادی اور اگلے سال پھر یہ پابندی اٹھالی تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار وتصرف حاصل ہے کہ جب چاہیں کسی پر احکام نافذ کردیں اور جب چاہیں شرعی احکام ہٹالیں جب چاہیں حلال پر بھی پابندی عائد کردیں اور جب چاہیں یہ پابندی ہٹالیں یہ سب اختیارات نہیں تو اور کیا ہے جو اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے ہیں۔

حدیث ۲۹: عطاء بن ابی رباح کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں تمہیں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں (عطاء) نے کہا کہ کیوں نہیں فرمایا کہ یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی کہ مجھے مرگی ہوتی ہے اور میرا استر بھی کھل جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کیجئے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرلو اور تمہیں جنت ملے گی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے دعا کردوں کہ وہ تمہیں تندرست فرمادے؟ وہ عورت عرض گزار ہوئی کہ میرا استر کھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے

کہ میرا ستر نہ کھلے پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا کردی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۲۵۵: کتاب الطب)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحت مند و تندرست کردینے پر بھی اختیار حاصل ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے ارشاد فرمایا کہ اگر صبر کرو تو جنت ملے گی اور اگر چاہو تو میں تمہارے لئے دعا کردوں کہ اللہ عزوجل تمہیں تندرست فرمادے پس اس عورت نے جنت کو ترجیح دی لیکن اپنے ستر نہ کھلنے کی درخواست کی تو بارگاہِ رسالت میں درخواست قبول ہوئی اور اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو قبول فرمالیا معلوم ہوا کہ رب عزوجل نے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قدرت واختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ جب چاہیں جس کے لئے چاہیں اپنے رب کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھادیں تو اللہ عزوجل ان کی دعا کبھی رد نہیں فرمائے گا۔

حدیث ۳۰: حضرت سالم کا بیان ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم میں سے ایک کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام قاسم رکھا لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کو اس کی کنیت سے نہ پکاریں گے جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کرلیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نام پر نام رکھ لو لیکن میری کنیت پر کنیت نہ رکھا کرو۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۷۶۱: کتاب الادب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے کہ ایک ایسا کام جس کے لئے شریعت نے ہر مسلمان کو کھلی اجازت دی ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اختیار رکھتے

ہیں کہ جس پر چاہیں پابندی عائد فرمادیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ ایک صحابی کے گھر بیٹا پیدا ہوا وہ اس کا نام رکھنے اور اس کے نام پر اپنی کنیت رکھنے کے مجاز ہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمادیا کہ وہ اپنے بیٹے کے نام کی کنیت نہیں رکھیں کیونکہ ابوالقاسم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت مبارکہ ہے لہٰذا جب صحابی نے اپنے بیٹے کا نام قاسم رکھا تو آپ نے انہیں ابوقاسم کنیت رکھنے کی ممانعت فرمائی اور ایک روایت کے مطابق ان سے فرمایا کہ اپنے بیٹے کا نام عبدالرحمٰن رکھ لو۔ یہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اختیار کہ چاہیں تو جائز امور پر بھی پابندی عائد فرمادیں اور خود صحابہ کرام کا بھی یہی خیال تھا کہ خواہ کنیت کی مماثلت ہی صحیح لیکن اس مماثلت کے لئے بھی پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم سے دریافت کریں گے کہ ہم آپ کے علاوہ کسی اور کو بھی اس کنیت سے پکار سکتے ہیں یا نہیں یہ صحابہ کرام کا بارگاہِ رسالت میں مقامِ ادب تھا کہ آپ کسی بھی معاملے میں خود کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مماثل نہ ہونے دیں۔ لیکن آج جب اہل عشق اسی ادب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں تو کچھ خردماغ شرک شرک ہانکنے لگتے ہیں بے چارے اپنی جہالت کے سبب مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان سے واقف ہی نہیں۔

حدیث ۱۳۱: سعید بن ابوایوب نے ابوعقیل سے روایت کی ہے کہ میرے جدامجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ مجھے بازار سے بازار کی طرف لے جاتے اور غلہ خریدتے تو ان کی حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن

عمر سے ملاقات ہوتی چنانچہ وہ حضرات کہتے کہ ہمیں بھی شریک کر لیجئے کیونکہ آپ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت کی تھی بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ (بیچنے کے باوجود) سواری پر لدا ہوا غلہ جتنا لے جاتے اتنا ہی گھر واپس آ جاتا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۹۲۰: کتاب الدعوات)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے وہ اختیار و طاقت مرحمت فرمائی ہے کہ آپ جب چاہیں جس پر چاہیں برکتوں، نعمتوں کی بارش فرما دیں اور اس کے طفیل دوسروں پر بھی لطف و کرم ہو جائے۔

جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ایک صحابی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی تو خود ان کے غلے میں بلکہ ان کے ساتھ شریک ہونے والوں کے غلے میں بھی اس قدر برکت ہو جاتی کہ بیچنے کے باوجود اتنے کا اتنا غلہ سواری میں لاد کر گھر بھی لے جاتے۔ غور کیجئے کہ جب غلہ بیچ دیا اور منافع حاصل کر لیا تو پھر اتنا ہی غلہ اور کہاں سے آ گیا معلوم ہوا کہ یہ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے کہ دعائے برکت کیا فرمادی کہ برکت ہی برکت ہوگئی ایسی برکت جو ایک پر نہیں بلکہ اس کے ساتھ شریک ہونے والوں پر بھی خوب برستی ہے۔

حدیث ۳۲: مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ میں بھوک کے باعث زمین پر پیٹ کے بل لیٹ جاتا اور کبھی بھوک کے سبب پیٹ پر پتھر باندھ لیتا ایک روز میں لوگوں کی عام گزرگاہ پر بیٹھ گیا میرے پاس حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور مجھے

دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری دلی خواہش اور چہرے کی حالت کو جان لیا چنانچہ فرمایا اے ابوہریرہ آ گے آؤ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چل دیئے تو میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے رہا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے اور مجھے بھی اجازت مرحمت فرمائی پس میں اندر داخل ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالے میں دودھ پایا تو فرمایا کہ دودھ کہاں سے آیا گھر والوں نے جواب دیا کہ فلاں مرد یا عورت نے بطور ہدیہ آپ کے لئے پیش کیا فرمایا کہ اے ابوہریرہ اہل صفہ کے پاس جاؤ اور انہیں میرے پاس بلا لاؤ پس میں گیا اور انہیں بلا لایا چنانچہ وہ آئے اور وہ گھر کے اندر بیٹھ گئے فرمایا کہ اے ابوہریرہ اسے لے کر انہیں دو ان کا (ابوہریرہ) بیان ہے کہ میں نے پیالہ پکڑ لیا اور ایک آدمی کو دیا چنانچہ جب وہ شکم سیر ہو گیا تو اس نے پیالہ مجھے واپس کر دیا پھر دوسرے نے (پیا اور) پیالہ مجھے دے دیا اس طرح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا اور اصحاب صفہ شکم سیر ہو چکے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیالہ لے لیا اور اپنے دست کرم پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ اور پیو میں نے پیا پھر فرمایا کہ پیو لہٰذا میں نے پھر پیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار یہی فرماتے رہے کہ اور پیو یہاں تک کہ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے مجھے اب گنجائش نظر نہیں آتی فرمایا مجھے دکھاؤ چنانچہ میں نے پیالہ پیش کر دیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور بسم اللہ پڑھ کر دودھ نوش فرما لیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۰۱۶: کتاب الرقاق)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف واختیار کی کھلی دلیل ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے ایک ہی پیالے سے ستر اصحابِ صفہ کو شکم سیر فرمادیا سب ایک ایک کر کے پیتے گئے مگر اس کے باوجود پیالے میں موجود دودھ ذرا بھی کم نہ ہوا چنانچہ واضح ہو گیا کہ رب عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ اختیار، طاقت وقدرت عطا فرمائی ہے کہ جس پر ہر اہل عشق کا ایمان ہے کہ اسی تصرف کی طاقت پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں نواز دیں اور کم کو بھی سب کے لئے پورا اور کافی فرمادیں۔

حدیث ۳۳: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے اس کی ضمانت دے جو دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اور اس کی جو دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۰۳۸: کتاب الرقاق)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت دینے کا ضامن بنا رکھا ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے کہ جو دونوں جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیانی چیز کی ضمانت دے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ غور فرمائیے مالک الملک تو اللہ عزوجل ہی ہے حقیقی مالک تو رب عزوجل ہی ہے لیکن اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار وتصرف مرحمت فرمایا ہے کہ جسے چاہیں جنت کی ضمانت عطا فرمادیں۔ دنیا و آسمان اور اس کے درمیان ہر ہر چیز پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار تو

حاصل ہے لیکن مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جنت پر بھی آپ کا تصرف ہے کہ جسے چاہیں عطا فرما دیں۔

حدیث ۳۴: ابو قلابہ جرمی کا بیان ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قبیلہ عکل کے کچھ لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا انہیں مدینہ منورہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ انہیں صدقہ کے اونٹ دیئے جائیں جن کا یہ پیشاب اور دودھ پئیں چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تندرست ہو گئے پھر وہ مرتد ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر کے اونٹ بھگا کر لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے آدمی بھیجے جو انہیں لے آئے اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے ان کی آنکھیں نکال دی گئیں پھر ان کی مرہم پٹی نہیں کی گئی یہاں تک کہ وہ مر گئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۳۵۱: کتاب لمحاربین)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریعی امور پر کس قدر تصرف واختیار حاصل ہے کہ آپ چاہیں تو کسی کے لئے حرام کو بھی حلال فرما دیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے پتا چلتا ہے کہ قبیلہ عکل کے لوگ مسلمان ہوئے لیکن انہیں مدینہ منورہ کی ہوا موافق نہ آئی اور وہ بیمار پڑ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پر فضا مقام کی طرف بھیجا اور ساتھ ہی انہیں اونٹ بھی مہیا فرمائے جن کا دودھ اور پیشاب یہ پئیں یہاں تک کہ وہ صحت مند ہو جائیں۔ اونٹ کا پیشاب جو کہ حرام ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو اس کی اجازت مرحمت

فرمائی اس کی حکمت اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں ہمارے لئے تو یہی کافی ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تصرف واختیار عطا فرمایا ہے کہ حرام کو کسی کے لئے حلال فرمادیں اور حلال کو کسی کے لئے حرام فرمادیں خواہ کسی حکمت کے تحت ہی صحیح۔

حدیث ۳۵: کیسان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا کہ یہود کی طرف چلو پس ہم ساتھ چل پڑے یہاں تک کہ بیت المدارس جا پہنچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پکارا اے گروہ یہود اسلام لے آؤ محفوظ ہو جاؤ گے انہوں نے جواب دیا اے ابوالقاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے حکم پہنچا دیا فرمایا کہ میرا مقصد یہی تھا پھر دوسری مرتبہ فرمایا تو انہوں نے جواب دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری مرتبہ حکم پہنچاتے ہوئے فرمایا جان لو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہے یہ بات ذہن نشین کرلو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۴۷۸: کتاب الکبرہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المدارس کے یہودیوں کو جلاوطن کرتے وقت ارشاد فرمایا کہ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ زمین اللہ اور اس کے رسول کی ہے یعنی زمین مالک کا مالک اللہ اور اس کا رسول ہے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل مالک حقیقی ہے لیکن اس نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مختارِ کل بنایا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جان لو

زمین کا مالک اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے بعد پھر اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے صرف کہلانے ہی کی حد تک ہیں کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ جس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں (استغفر اللہ) یقیناً بدبختی ان پر پوری طرح مسلط ہوچکی ہے جب ہی تو دل کے اندھے ہوچکے ہیں کہ ایک بعد ایک مثال کتب حدیث میں بھری پڑی ہیں لیکن ان عقل کے اندھوں کو نظر نہیں آتیں۔

حدیث ۳۶: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور غزوہ احد کے شہیدوں پر اس طرح نماز پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے پھر واپس آ کر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا بے شک میں تمہارا سہارا اور تم پر گواہ ہوں۔ بے شک خدا کی قسم میں اپنے حوض کو اس وقت بھی دیکھ رہا ہوں اور بے شک مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں مرحمت فرمادی گئی ہیں اور بے شک مجھے یہ خطرہ نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگ جاؤ بلکہ مجھے ڈر اس بات کا ہے کہ تم دنیا کے جال میں پھنس جاؤ گے۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۳۶: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں اور چیزوں کا اختیار عطا فرمایا گیا ہے وہاں زمین کے خزانوں کا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار بنادیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے چاہیں ان خزانوں کو استعمال کریں اور جسے چاہیں عطا فرمائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام خزانوں کے مالک ومختار ہیں۔ بقول اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ الرحمٰن۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا

حدیث ۳۷: ابو حازم فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ جنگ خیبر کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر فتح ہوگی وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ و رسول اسے دوست رکھتے ہیں۔ رات لوگوں نے اسی انتظار میں گزار دی کہ دیکھئے جھنڈا کس کو عطا فرمایا جاتا ہے اگلے روز ہر ایک اس کا تمنائی تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا علی کہاں ہیں؟ لوگ عرض گزار ہوئے کہ ان کی آنکھیں دکھتی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا اور ان کے لئے دعا کی تو وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ پھر انہیں علم عطا فرمادیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۷۹۴: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف و اختیار ملاحظہ فرمائیے کہ اگر چاہیں تو پل بھر میں مرض کا خاتمہ کر دیں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ظاہر ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں لگایا اور اپنے رب عزوجل سے دعا فرمائی تو ان کی آنکھیں ایسے ٹھیک ہو گئیں کہ جیسے کوئی تکلیف تھی ہی نہیں حالانکہ ماہر سے ماہر طبیب بھی اچھے سے اچھا مرہم بھی لگائے تو زخم ٹھیک ہونے میں کچھ مدت درکار ہوتی ہے لیکن طبیبوں کے طبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قدرت کاملہ کے سبب بڑے سے بڑا زخم بھی لمحوں میں صحیح کر دیتے ہیں اور یہ قدرت کاملہ

ان کے رب عزوجل نے انہیں اسی لئے عطا فرمائی کہ کسی کے دل میں یہ خیال بھی نہ گزرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کے مختار نہیں۔ البتہ وہ بدبخت و ناخلف ہیں جو اس بلند شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف و اختیار کے منکر ہیں اگر غیر جانبداری سے وہ اس حدیث مبارکہ پر غور کریں تو شاید ان کی عقلیں واپس آ جائیں اور ان کے دلوں کی بینائی لوٹ آئے۔

حدیث ۳۸: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں سے دو بکریاں خریدلیں پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں بیچ دیا اور بکری اور دینار لے کر بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوگیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجارت میں برکت کے لئے دعا کی چنانچہ وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس سے بھی منافع حاصل کرلیتے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۷۵: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! غور فرمائیے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کی دعا میں کیا تاثیر رکھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو چاہیں اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کو قبول فرماتا ہے یہ حدیث مبارکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مالک و مختار ہونے پر شاہد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے لئے برکت چاہی تو انہیں ایسی برکت ہوگئی کہ ان کے لئے مٹی بھی سونے کی مثل ہوگئی۔ یہ اختیار و تصرف نہیں تو اور کیا ہے؟ ورنہ ہم لاکھ چاہیں اس بات پر قدرت نہیں رکھتے کسی چیز سے اپنے لئے نفع حاصل کرسکیں بلکہ ہم تو

سونے سے بھی نفع حاصل کرنے سے قاصر ہیں کجا مٹی سے نفع حاصل کرنا یہ تو بس اللہ کے محبوبوں کی ہی شان ہے کہ وہ اپنی طاقت سے جسے چاہیں نفع پہنچا دیں۔

حدیث ۳۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ایک روز احد پہاڑ پر چڑھے تو ان (حضرات) کے باعث اسے وجد آ گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احد ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں تو احد پہاڑ ہلنا بند ہو گیا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۴۰۳: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ قدرت کا کیا کہنا کہ پہاڑ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع ہیں لرزتے پہاڑ کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساکت ہونے کا حکم دیا تو اس نے حکم کی تعمیل کی اور ہلنا بند ہو گیا غور فرمائیے کہ عام آدمی تو اپنی مرضی سے ایک تنکا بلکہ ایک رائی کا دانہ بھی حرکت دینے سے قاصر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کو حکم صادر فرما رہے ہیں اور ہلتا ہوا پہاڑ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم پا کر ساکت ہو گیا۔

باب چہارم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"وسیلہ وتوسل"

حدیث۱: عمرو بن علی، ابوقتیبہ، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن دینار، ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ابوطالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا

وہ ابیض بارِ رحمت کو وسیلہ جس کا کامل ہے

یتیموں کا وہ والی ہے، سہارا ہے ارامل کا

عمر بن حمزہ، سالم نے اپنے والد ماجد سے روایت کی کہ کبھی میں شاعر کی اس بات کو یاد کرتا اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو دیکھتا کہ اس کے ذریعے بارش مانگی جاتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اترنے بھی نہ پاتے کہ سارے پرنالے بہنے لگتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث۹۵۲: ابواب الاستسقاء)

حدیث۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑ

جاتا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بارش کی دعا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے دعا کرتے اور کہتے اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑا کرتے تھے تو تو ہم پر بارش برسا دیتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا جان کو وسیلہ بناتے ہیں کہ ہم پر بارش برسا پس ان پر بارش ہوئی۔ (صحیح بخاری ریف، حدیث ۹۵۳: ابواب الاستسقاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل کے مقرب بندوں اور محبوبوں کو بارگاہِ خداوندی میں وسیلہ بنایا جاسکتا ہے اور یہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت ہے کہ صحابہ کرام رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناکر رب عزوجل سے پروردگارِ عالم سے بارش کی دعا مانگا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلہ سے بھی بارش کی دعا کیا کرتے تھے اگر ایسا کرنا شرک ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو ایسا کرنے سے منع کردیتے اور فرمادیتے کہ جو مانگنا ہے براہِ راست اپنے رب سے مانگو کوئی کسی کا وسیلہ لینا نہیں بن سکتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے لئے رب عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ بنے اور رب تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب کے پیاروں کی دعا کو قبول فرمایا۔ الحمدللہ مسلک اہلسنّت سے تعلق رکھنے والے سنی مسلمان صحابہ کرام علیہم الرضوان کی پیروی پر مامور ہیں اور ان ہی کے طریقے کو اپنائے ہوئے ہیں کہ ان سے زیادہ بھلا کون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے والا ہوسکتا ہے لہٰذا توسل اختیار کرنے پر شرک کا فتویٰ لگانا سوائے جہالت کے اور کچھ

نہیں ایسے فتویٰ لگانے والے صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش قدم پر نہیں بلکہ شیطان کے نقش قدم پر چل رہے ہیں حالانکہ شیطان کی پیروی میں ہلاکت اور صحابہ کرام کی پیروی میں نجات کی ضمانت ہے۔

حدیث ۳: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز ایک آدمی منبر کے سامنے والے دروازے سے داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مال ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں مبارک ہاتھ اٹھائے اور فرمایا اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ اے اللہ ہم پر بارش برسا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! اس وقت ہم نے آسمان میں کوئی بادل یا ابر کا ٹکڑا وغیرہ نہیں دیکھا تھا اور نہ ہمارے سلع پہاڑ کے درمیان کوئی گھر یا عمارت تھی پس اس کے پیچھے سے ڈھال کے برابر بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا جب آسمان کے درمیان میں آیا تو پھیل گیا پھر بارش ہوئی۔ خدا کی قسم ہم نے ایک ہفتہ سورج نہیں دیکھا پھر اگلے جمعہ کو ایک آدمی اسی دروازے سے اندر داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے وہ آپ کے سامنے کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال ہلاک ہو گئے اور راستے بند ہو گئے اللہ تعالیٰ سے فرمائیے کہ اسے روک لے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک اٹھا کر فرمایا اے اللہ! ہمارے ارد گرد اور ہم پر نہیں اے اللہ پہاڑوں، ٹیلوں،

پہاڑیوں اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر۔ پس بارش رک گئی اور ہم دھوپ میں چلنے لگے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۵۶: ابواب الاستسقاء)

حدیث ۴: اسحٰق بن عبداللہ بن ابوطلحہ انصاری سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں لوگ قحط کی لپیٹ میں آ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ ایک اعرابی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مال ہلاک ہو گیا اور بچے بھوکے مر گئے اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم پر بارش برسائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھائے آسمان میں کوئی بادل نہیں تھے لیکن پہاڑوں جیسے بادل آ گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے بھی نہیں اترے تھے یہاں تک کہ میں نے بارش کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک سے ٹپکتے ہوئے دیکھے پس ہم پر اس روز، اس سے اگلے روز بلکہ اگلے جمعہ تک بارش ہوتی رہی پس وہی اعرابی یا کوئی دوسرا آدمی کھڑا ہو کر عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکانات گر گئے اور مال غرق ہو گیا اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اٹھائے اور فرمایا اللہ ہمارے اردگرد اور ہم پر نہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست مبارک سے آسمان کی جس طرف اشارہ فرماتے ادھر سے پھٹ جاتا یہاں تک کہ مدینہ منورہ تھالی کی طرح ہو گیا اور قناۃ نالہ ایک ماہ تک بہتا رہا راوی کا بیان ہے کہ جو آتا وہ اس بارش کی افادیت کا ذکر ضرور کرتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۹۷۲: ابواب استسقاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور کیجئے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس کے محبوبوں کا وسیلہ پیش کیا جائے تو کوئی دعا ایسی نہیں جو ان کے وسیلے سے پوری نہ ہو۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ جب بھی کوئی مشکل و پریشانی آئے تو اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں اور ان کا توسل اختیار کریں تو کوئی مشکل مشکل نہ رہے گی۔ الحمدللہ ہم سنی مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے محبوبوں کے وسیلے سے مانگی گئی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ ہرگز ہرگز شرک نہیں بلکہ عین سنت صحابہ ہے۔

حدیث۵: عبداللہ بن حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے ابوطالب کو کوئی نفع پہنچایا؟ فرمایا ہاں وہ اب کم گہری آگ میں ہیں اور اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۷۸۳: کتاب الادب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ ہمیں بتا رہی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ایک کافر کے ساتھ بھی نرمی برتی گئی اور اسے جہنم کے نچلے درجے کے بجائے کم گہری آگ میں ڈالا گیا اور یہ اس سبب سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ درمیان میں تھا۔ اللہ کے محبوبوں کی کیا شان ہے کہ ان کا مبارک وسیلہ کافر کے عذاب میں بھی تخفیف کا سبب بن گیا تو پھر ایک مسلمان اگر اللہ کے محبوب کا وسیلہ پکڑے تو کیوں کر رحمت سے محروم ہو سکتا ہے۔

باب پنجم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"حاضر و ناظر"

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں ہوتے تو کہا کرتے: اللہ تعالیٰ پر سلام اور اس کے بندوں سے فلاں فلاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یوں نہ کہا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر سلام کیونکہ اللہ تعالیٰ تو خود سلام ہے بلکہ یوں کہا کرو: تمام زبانی عبادتیں اللہ کے لئے ہیں نیز سب بدنی اور مالی بھی، سلام ہو آپ پر اے نبی! اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر" جب یوں کہو گے تو اللہ کے ہر بندے کو سلام پہنچ جائے گا خواہ وہ آسمان میں ہو یا آسمان و زمین کے درمیان اور کہو! میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر جو دعا پسند ہو اسے

اختیار کرے اور اس کے ذریعے دعا کرے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۹۳: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ شاہد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ دورانِ نماز امت کو تشھد پڑھنے کی تعلیم فرمائی گئی یعنی نمازی نماز میں قعدے میں پڑھتا ہے اسلام و علیک ایھا النبی و رحمته الله و بر کاتهٗ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کیا جاتا ہے اور "ایھا النبی" مخاطبے کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اسی کو کیا جاتا ہے جو اس وقت وہاں موجود ہو اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے زرّوں اور کائنات کے افراد کے اندر سرائیت کئے ہوئے ہے پس آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم آنخضور صلی اللہ علیہ نمازیوں کی ذات کے اندر بھی موجود وظاہر ہیں۔ (اشعت اللمعات، ج ا)

مذکورہ بالا عبارت سے بھی بخوبی ظاہر ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور سب کچھ ملاحظہ فرمارہے ہیں لہٰذا جن گستاخوں کا یہ عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاکر مٹی میں مل گئے وہ جان لیں کہ شان نبوت میں ایسی گستاخی کر کے انہوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا ہے۔

حدیث ۲: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشی اور ڈر سناتا (آیت ۸) یہ تو آیت

میں اس طرح ہے اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری سناتا اور ان پڑھوں کی جائے پناہ بنا کر۔ الخ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۴۷۹: کتاب التفسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آیت کریمہ بیان فرمائی گئی جس میں اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضر و ناظر ہوونا بیان فرمایا اور جب اللہ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر بیان فرمارہا ہے تو اب کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت و خصوصیت کا انکار کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے کو باطل قرار دے دراصل تو اس عقیدے کو باطل کہنے والا خود باطل عقیدے کا مالک ہے اور ایسا باطل عقیدہ جو اسے سیدھا جہنم میں لے جائے گا۔

حدیث ۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت کے روز حضرت نوح علیہ السلام کو لایا جائے گا تو ان سے کہا جائے گا کہ کیا تم نے میرا پیغام پہنچایا؟ وہ عرض کریں گے ہاں یارب! پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہیں پیغام پہنچایا گیا؟ وہ کہیں گے ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں حضرت نوح سے کہا جائے گا کہ تمہارا گواہ کون ہے؟ وہ عرض کریں گے کہ محمد مصطفیٰ اور ان کی امت لہٰذا تمہیں لایا جائے گا اور تم گواہی دو گے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پڑھی "اور اسی طرح ہم نے سب امتیوں میں تمہیں افضل کیا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور یہ رسول تم پر نگہبان اور گواہ ہوں" (البقرہ ۱۴۳) (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۳۴۷: کتاب الاعتصام)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ حدیث مبارکہ میں بھی جو آیت کریمہ بیان کی گئی اور نوح علیہ السلام کا جو واقعہ بیان فرمایا گیا دونوں اس بات کا ثبوت ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود ہیں اور سب کچھ ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے اقوال و اعمال پر گاہ بنایا گیا اور گواہ اس کو بنایا جاتا ہے جو واقعہ کے وقت حاضر ہو اور سب کچھ دیکھ رہا ہو لہٰذا جب آپ صلی اللہ علیہ سلم کو رب عز وجل نے شاہد اور گواہ بنا کر بھیجا تو آپ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت ہوا لہٰذا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ ماننا دراصل قرآن کا انکار ہے لہٰذا ایسے گستاخ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ مانتے ہوں انہیں مسلمان کہنا تو دور کی بات بلکہ وہ تو کافروں سے بھی بڑھ کر ہیں اور ایسے گستاخوں کو قرآن پاک میں منافقین کا نام دیا گیا ہے جن کے لئے دوہرا عذاب تیار رکھا ہے۔

باب ششم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم"

حدیث ا: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ ایک ماہ کی مسافت تک میری رعب کے ساتھ مدد کی گئی ہے۔ میرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنادیا ہے کہ میری امت کا کوئی شخص جہاں بھی نماز کا وقت پائے تو نماز پڑھ لے اور میرے لئے مالِ غنیمت کو حلال کردیا گیا جبکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی حلال نہیں کیا گیا اور مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی اور ہر نبی کو خاص اس کی قوم کے لئے مبعوث کیا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۲۵: کتاب التیمم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لاتعداد خصوصیات سے نوازا گیا جن میں سے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت عطا فرمائی گئی یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی شفاعت فرمائیں گے اور ہر مشکل گھڑی میں اپنے غلاموں کے شفیع ہوں گے لہٰذا یہ عقیدہ رکھنا کہ بروزِ محشر یا قبر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کرسکیں گے اور اللہ تعالیٰ اس موقع پر کسی کی سفارش کو قبول نہیں فرمائے گا یہ عقیدہ باطل اور جہالت پر مبنی ہے کیونکہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ خصوصیت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ذکر کررہی ہے۔

حدیث ۲: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو اذان سن کر یہ دعا کرے "اے اللہ اس کامل دعوت اور قائم ہونے والی نماز کے رب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور انہیں مقام محمود پر فائز فرما" تو اس کے لئے بروز قیامت میری شفاعت حلال ہوگئی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۸۴: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کریں تو بخوبی واضح ہو جائے گا کہ مقام محمود جو کہ حشر کے میدان میں سب سے اعلیٰ ترین مقام ہوگا وہ صرف اور صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہوگا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کی شفاعت فرمائیں گے چنانچہ جو لوگ اذان کے بعد حدیث مبارکہ میں ذکر کی گئی دعا پڑھیں گے ان شاء اللہ عزوجل ان خوش نصیبوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت لازم ہو جائے گی اور جو بد بخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے منکر ہیں وہ اپنی اس بدبختی و سیاہ بختی کے سبب آپ

صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم رہ جائیں گے اپنی بدعقیدگی کے سبب انہوں نے خود ہی اپنے لئے شفاعت کے دروازے بند کر لئے ہیں۔ الحمدللہ سنی مسلمان تو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین مانتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر یقین رکھتے ہیں ان شاء اللہ عزوجل انہیں شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور حاصل ہوگی۔

حدیث ۳: آدم بن علی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا ہے کہ لوگ گروہ بنا کر اپنے اپنے نبی کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے کہ حضرت ہماری شفاعت فرمائیے یہاں تک کہ شفاعت کی بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک آپہنچے گی پس اس روز شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر کھڑا کرے گا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۳۶۰: کتاب التفسیر)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بروز محشر اپنے امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے لیکن ان امتیوں کی جو اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع مانتے ہوں گے ان کے اس عقیدے کے سبب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے حقدار و مستحق بنا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ ہمیں چاہئے کہ اگر بروز محشر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور جہنم سے چھٹکارا چاہتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس منصب جلیلہ اور اس اعلیٰ و ارفع مقام کو تسلیم کریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ پر دل سے یقین رکھے اور ہرگز ہرگز ایسوں کی باتوں میں

نہ آئیں اور نہ ہی انہیں اپنے قریب بھٹکنے دیں جو شانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس مقام ومنصب کے منکر ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل کشا و حاجت روا ماننے کے انکاری ہیں چنانچہ ہمیشہ مسلک اہلسنّت سے وابستہ رہیئے تا کہ کل بروز حشر جب کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا اور نہ ہی کوئی کسی کی تکلیف و مصیبت دور کرنے اور محشر کی ہولناکیوں اور جہنم کی تباہ کاریوں سے نجات دلانے والا ہوگا تو ایسے وقت اللہ عزوجل کے محبوب شفیع روز شمار صلی اللہ علیہ وسلم ہماری مشکل کشائی و حاجت روائی فرماتے ہوئے اور ہمیں اپنے منصب شفاعت سے مستفید فرماتے ہوئے تمام تر پریشانیوں اور ہولناکیوں سے نجات دلاکر اور ہماری شفاعت فرما کر ہمیں جنت میں داخل فرمادیں۔

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

حدیث ۵: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے باعث جہنم سے نکال لئے جائیں گے چنانچہ جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو جنتی انہیں جہنمی کے نام سے پکاریں گے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۱۲۷: کتاب الرقاق)

حدیث ۶: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت میں آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق کون ہوگا؟ فرمایا کہ اے ابو ہریرہ!

میرا گمان یہی تھا کہ اس بارے میں سب سے پہلے تم ہی مجھ سے پوچھو گے کیوں کہ حدیث کے ساتھ تمہاری بے پناہ وابستگی میں نے دیکھی ہے قیامت کے روز میری شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہوگا جس نے خلوص دل سے لَآ اِلٰهَ اِلا اللّٰهُ کہا ہوگا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۱۳۰: کتاب الرقاق)

حدیث ۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز میری شفاعت قبول فرمائی جائے گی میں عرض کروں گا کہ اے رب! جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہو اسے بھی جنت میں داخل فرمادے پس وہ داخل ہو جائیں گے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۰۰۰: کتاب التوحید)

ف: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو گیا سرکار عالی وقار شفیع روز شمار صلی اللہ علیہ وسلم بروز قیامت اپنے ان تمام امتیوں کی شفاعت فرمائیں گے جو حالت ایمان میں دنیا سے گئے غور فرمائیے کہ یہاں ذکر ایمان کا ہو رہا ہے اور چونکہ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ پر یقین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شفاعت فرمانے پر یقین رکھنا اہل ایمان کے لئے ضروری ہے چنانچہ جو بد بخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا منکر ہو کر بد بخت و بد انجام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے محروم قرار پایا اب اگر وہ قبر وحشر میں کتنا ہی پچھتائے یا واویلا مچائے کچھ حاصل نہ ہوگا اور ہرگز ہرگز شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مستحق نہ ہوگا اس کے برعکس جو کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شفیع مانتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر پختہ یقین و

اعتقاد رکھتا ہے مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کے مطابق خواہ دل میں رائی بھر بھی ایمان رکھتا ہو شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حقدار ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس امتی کی شفاعت فرمائیں گے اور اسے جہنم سے نجات عطا فرما کر جنت میں داخل فرمادیں گے اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ہمیشہ مسلک اہلسنّت سے وابستہ رکھے تاکہ ہمارے دلوں میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت، تعظیم وادب میں دن بدن اضافہ ہوتا رہے تاکہ بروز قیامت اس عقیدت، محبت وتعظیم کے سبب ہم شفاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقدار قرار دیئے جائیں (آمین)

باب ہفتم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"عقیدہ تعظیم تبرکاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کا ایک جزیہ بھی ہے کہ جس چیز کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق یا نسبت ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوا ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہچانی جاتی ہو ان سب کی تعظیم اور ان سے عقیدت رکھنا اہل ایمان کے لئے از حد ضروری ہے اور اس کا انکار سراسر جہالت پر مبنی ہے۔ ان آثار و تبرکات کی شرعی حیثیت مدلل ہے اور ان تبرکات سے حصول فیوض و برکات کا اعتقاد اہل ایمان کا عقیدہ ہے بخاری شریف جو کہ بالاتفاق کتب احادیث میں سب سے مستند و معتبر کتاب مانی جاتی ہے سے ثابت ہے کہ تبرکاتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ تھا۔

حدیث ۱: حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے ساتھ چمٹالیا اور دعا فرمائی "اے اللہ اسے کتاب (قرآن) کا علم عطا فرما۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۵: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو واضح ہو جائے گا کہ بزرگوں کے جسم کے کسی حصے سے مس ہو جانا باعث برکت ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سینے سے چمٹا کر دعا فرمائی وہ اپنی اس خوش نصیبی پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چمٹایا۔ یہ تو اللہ عز وجل اور اس کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو سینے سے چمٹا کر کیا فیض عطا فرمایا یا پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ہی جانتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹ کر کیا فیض حاصل کیا البتہ ظاہری طور پر چمٹا کر دعا مانگنے کا فیض ملاحظہ فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمٹا کر ایسا علمی فیض انہیں عطا فرمایا کہ ہر دور میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو متفقہ طور پر رئیس المفسرین تسلیم کیا گیا اور آپ کی کی گئی تفسیر تفسیر ابن عباس نے ہر دور میں لوگوں کو فیض پہنچایا اور قیامت تک پہنچاتی رہے گی (ان شاء اللہ) تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا ہر ہر حصہ اہل ایمان کے لئے باعث برکت ہے کہ جس کے مس ہوتے ہی وہ کچھ عطا ہو جاتا ہے جو کوئی اور دینے پر قادر نہیں۔

حدیث ۲: ابن سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر اقدس منڈوایا تو حضرت ابو طلحہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک حاصل کئے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۰: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز بڑی برکت والی ہے جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک بہت ہی اہمیت کے حامل تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک حاصل کرنا اوران کے فیض و برکات سے مستفید ہونا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا شعار تھا اور یقیناً یہ موئے مبارک باعث برکت تھے جب ہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو انہیں حاصل کرنے پر منع نہیں فرمایا تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے محبت کرنا ان کی تعظیم کرنا اور انہیں متبرک جاننا ہرگز ہرگز شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے۔

حدیث ۳: ابن سیرین سے روایت ہے کہ میں حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ ہمارے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں جو ہمیں حضرت انس کے گھر والوں سے ملے ہیں فرمایا کہ میرے پاس ان میں سے ایک بھی موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے عزیز ہوتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۶۹: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات اوران سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز سے صحابہ کرام کو محبت تھی اور ایسی محبت کہ تبرکات انہیں دنیا و مافیہا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب تر تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں بیان ہوا کہ حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے پاس

ایک بھی موئے مبارک ہوتا تو مجھے دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہوتا۔
مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ان آثارِ مقدسہ کی قدر و قیمت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے جو کہ اہل ایمان کی نظر میں ان تبرکات کی ہے رہ گئے دل اور عقل کے اندھے تو وہ بے چارے کیا جانیں کہ روشنی کسے کہتے ہیں۔

حدیث ۴: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کے وقت ہمارے گھر تشریف لائے پانی لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا لوگ آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو لینے لگے اور اسے اپنے اوپر ملنے لگے حضرت ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک پیالا منگوایا پس اس سے ہاتھوں اور چہرہ مبارک کو اسی میں دھویا اور اسی میں کلی فرمائی پھر فرمایا کہ اس میں سے پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈال لو۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۵: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ واضح دلیل ہے اس بات کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیز باعث برکت ہے اور اس سے محبت و تعظیم باعث حصول فیض و برکات ہے۔

بات بات پر شرک کا نعرہ لگانے والوں کو چاہئے کہ اس حدیث مبارکہ کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا حکم فرما رہے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام سے ارشاد فرما رہے ہیں کہ جس پانی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں اور چہرہ مبارک کو دھویا اور اس میں کلی فرمائی اس پانی کو صحابہ کرام پی لیں اور اپنے چہرے اور سینے پر ڈالیں معلوم ہوا کہ جو پانی نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے اعضاء مبارکہ سے چھو جائے وہ باعث برکت ہو جاتا ہے اگر تبرکاتِ مقدسہ کی تعظیم و محبت میں ذرہ برابر بھی شرک پایا جاتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے صحابہ کو اس مبارک پانی کو اپنے اوپر مل لینے کا حکم صادر نہیں فرماتے بلکہ دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس متبرک پانی کو اپنے اوپر مل لینے کا حکم فرما رہے ہیں مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کی پہلی روایت کو پڑھیئے تو بخوبی واضح ہو جائے گا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والی ہر ہر چیز کو عزیز تر اور محبوب تر سمجھتے تھے اور انہیں کہنے کی اور بتانے کی بھی ضرورت نہ تھی کہ یہ تبرک مقدسہ ہے اس کی تعظیم کرو بلکہ صحابہ کرام کا خود بھی یہ عقیدہ و ایمان تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر ہر چیز واجب الاحترام اور قابل محبت ہے۔

حدیث ۵: علی بن عبداللہ، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ان کے والد ماجد صالح ابن شہاب، محمود بن ربیع سے روایت ہے کہ جن کے چہرے پر ان کے کنوئیں کے پانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمائی تھی اور عروہ نے حضرت میسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایت کی جن میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کی تصدیق کرتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو قریب تھا کہ لوگ آپ کے وضو کے پانی پر لڑنے لگتے۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۶: کتاب الوضو)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے خوب واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات مقدسہ سے اس قدر والہانہ لگاؤ رکھتے تھے جب کبھی نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو دیکھتے تو ہر ایک کی کوشش ہوتی اس مبارک پانی کو حاصل کرلے یہاں تک کہ پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں ایسا محسوس ہوتا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے پانی کو حاصل کرنے کے لئے آپس میں لڑنے لگیں گے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو قابل احترام جاننا ان کی تعظیم و ادب کرنا ان چیزوں سے محبت کرنا اہل ایمان ہونے کی نشانی ہے کہ یہی صحابہ کرام کا شعار ہے۔ حدیث مبارکہ کو بغور دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان تبرکات سے محبت اور ادب کئے جانے پر نہ صرف خوش ہوتے تھے بلکہ اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اپنا تبرک صحابہ کو پیش فرماتے۔

اس حدیث کے ایک راوی محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کے چہرے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلی فرمائی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل اس بات کا روشن ثبوت ہے کہ تبرکات مقدسہ اپنے اندر فیوض و برکات کا وہ بیش بہا خزانہ رکھتے ہیں جس کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا البتہ اس کی جھلک ضرور وہ محسوس کرلیتا ہے جو ان تبرکات کو حاصل کرتا ہے یا ان سے محبت اور ان کی تعظیم و توقیر کرتا ہے یہ الگ بات ہے کہ کہنے کو جھلک ہوتی ہے لیکن یہ جھلک بھی اس قدر بابرکت ہوتی ہے کہ پانے والے کی قسمت کو چار چاند لگ جاتے ہیں اور وہ ان فیوض و برکات کی بدولت دنیا و آخرت دونوں ہی میں مالا مال ہوتا ہے لہٰذا ایسے مبارک افعال پر شرک کے دھبے لگانا محض کم عقلی اور جہالت ہے اور بدبختی کی علامت ہے۔

حدیث ٦: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ جان مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے جا کر عرض گزار ہوئیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بھانجا بیمار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا فرمائی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۷: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہما حاضر ہوتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت کی دعا چاہتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں منع نہیں فرماتے اور نہ ہی یہ فرماتے کہ میرے پاس برکت کہاں سے آئی؟ مانگتی ہو تو اللہ تعالیٰ سے مانگو تم سب کے لئے اللہ کافی ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہ فرماتے بلکہ سائل کے لئے دعائے برکت فرماتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ صحابہ کرام کا یہ ایمان ہے کہ سرکارِ اقدس کی زبانِ اقدس سے نکلنے والی دعا ضرور مستجاب ہوتی ہے اور کبھی رد نہیں ہوتی اور حقیقت بھی یہی ہے اللہ عزوجل اپنے محبوب کی ہر ہر ادا سے محبت فرماتا ہے اس کا محبوب جب دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اسکے لبوں سے نکلنے والی دعا نکلنے سے پہلے ہی قبول فرمالیتا ہے صحابہ کرام بھی براہِ راست اللہ عزوجل سے نہ مانگتے بلکہ اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے اور اپنا مدعا بیان کرتے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو کا بچا ہوا پانی بڑی

برکت والا ہے چنانچہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ چیزیں ہر اہل ایمان کے لئے آج بھی واجب الاحترام اور باعث محبت ہیں۔

حدیث ۷: محمد بن سکندر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے جبکہ میں بیمار اور بے ہوش تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور بچا ہوا پانی میرے اوپر چھڑکا تو میں ہوش میں آ گیا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۹۱: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی بڑی خیر و برکت والا ہے کہ اگر اسے بیمار پر چھڑک دیا جائے تو وہ تندرست و توانا ہو جائے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وضو کا بچا ہوا پانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر چھڑکا جبکہ وہ بیمار و بے ہوش تھے تو اس متبرک پانی سے ظاہری طور پر تو شفایاب ہو گئے لیکن نجانے باطنی طور پر کیا کیا فیوض و برکات لوٹے ہوں گے؟ حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کا تبرک باعث خیر و برکت ہے اگر ایسا سمجھنا شرک ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی خود یہ تبرک صحابہ کو ہدیہ فرماتے اور نہ ہی انہیں ایسا کرنے دیتے لہٰذا اس سنت پر شرک کا فتویٰ لگانا اپنی عاقبت برباد کرنے کی علامت ہے۔

حدیث ۸: عروہ، میسور اور مروان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ تشریف لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی تھوک پھینکا تو وہ ان میں سے کسی آدمی کے ہاتھ پر گرتا جسے وہ اپنے منہ اور جسم پر مل لیتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۶۸، کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک مبارک کو اسقدر معتبر واجب الاحترام اور باعث تعظیم جانتے تھے کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تھوک پھینکنا چاہتے صحابہ کرام آگے بڑھ کر اسے اپنے ہاتھ پر لے لیتے اور زمین پر ایک قطرہ نہ گرنے دیتے اور صرف یہی نہیں بلکہ تھوک مبارک کو اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی خواہ کوئی بھی چیز ہو صحابہ کرام کے لئے باعث تعظیم ہوا کرتی تھی آج بھی اہل ایمان ان آثار مقدسہ پر سو جان قربان ہونے کو تیار ہیں لہٰذا شرک شرک کی رٹ لگانے والوں کو چاہئے کہ دل کی آنکھوں سے دیکھیں کہ صحابہ کرام کا یہ ادب و تعظیم ان کا خود ساختہ تھا نہ ہی اللہ عزوجل نے قرآن پاک میں انہیں کوئی ایسا حکم دیا تھا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حکم نافذ فرمایا تھا کہ میرے لعاب دہن کے ساتھ یا میرے وضو کے پانی کے ساتھ یا میرے موئے مبارک کے ساتھ یا مجھ سے وابستہ کسی بھی چیز کے ساتھ ایسے والہانہ پن کا مظاہرہ کرو کہ دیوانے لگنے لگو لیکن پھر بھی صحابہ کرام ایسا کر رہے تھے جسے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرما رہے تھے لیکن انہیں شرک شرک کہہ کر منع نہیں فرمایا تو اچھی طرح معلوم ہو گیا ضروری نہیں کہ ہر بات کا حکم قرآن مجید میں صراحتاً موجود ہو بلکہ کچھ احکام دلیل سے بھی ثابت ہوتے ہیں جبکہ آثار مقدسہ کی تعظیم دراصل تعظیم رسول کے زمرے میں آتی ہے جو کہ ایمان کی شرط ہے لہٰذا ایسے فعل کو شرک قرار دینا عقل کا فتور ہے۔

حدیث ۹: عون بن ابو جحیفہ سے ان کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے حضرت بلال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور وضو کے لئے پانی پیش کرتے دیکھا اور میں نے لوگوں کو آپ کے وضو کے پانی کی طرف لپکتے دیکھا جس کو مل گیا اس نے اپنے اوپر مل لیا اور جس کو اس میں ذرا بھی نہ ملا اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری حاصل کی......"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۶۶: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی لینے کے لئے صحابہ کرام لپکتے تھے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں سرگرداں رہتے جو خوش نصیب یہ متبرک پانی پالیتے تو فوراً اپنے جسموں پر مل لیتے اور جو حاصل نہ کر پاتے وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ کی تری کو بھی متبرک جانتے اور اس تری کو ہی لے لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ایسا کرنے سے منع نہ فرماتے مطلب یہ ہوا کہ حقیقتاً یہ تبرکات اپنے اندر ایک عظیم قدر و قیمت رکھتے تھے جس کا اندازہ صحابہ کرام کو بھی تھا اسی لئے وہ اس گوہر نایاب کو حاصل کرنے کی لگن میں رہتے اور اس کے حصول کے لئے ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرتے۔

حدیث ۱۰: محمود بن ربیع انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ بہنے لگتا ہے جو میرے اور ان کے درمیان ہے لہٰذا میں مسجد میں حاضر ہو کر انہیں نماز نہیں پڑھا سکتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں

چاہتا ہوں کہ آپ میرے غریب خانے پر نماز پڑھیں تا کہ میں اسے نماز کی جگہ بنالوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شاء اللہ تعالیٰ میں ایسا کروں گا۔ اگلے روز دن چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نہیں پھر فرمایا تم کس جگہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے گھر نماز پڑھوں پس میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی پس کھڑے ہوئے اور صف بنالی آپ صلی اللہ علیہ سلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور سلام پھیر دیا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۱۰: کتاب الصلوٰۃ)

سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اپنے رؤف رحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر والہانہ لگاؤ رکھتے تھے کہ ان سے وابستہ ہر چیز آپ کو پیاری اور عزیز تر تھی جیسا کہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی اس بات سے واضح ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ وہ اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی ایسی جگہ منتخب کریں جس جگہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں اور اس جگہ کو متبرک کر دیں یعنی آپ رضی اللہ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ نماز پڑھیں گے وہ مقام پورے گھر میں سب سے متبرک ہو جائے گا لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اپنا خیال پیش کیا اور گھر تشریف آوری کی دعوت دی۔ غور فرمائیے کہ اس موقع پر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میری اور میرے تبرکات کی اتنی تعظیم نہ کرو کہ یہ شرک ہے نہ ہی یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے

قرآن میں کوئی ایسا حکم نہیں دیا جہاں میرے نبی نے نماز پڑھی ہو اس جگہ کو اپنی سجدہ گاہ بنالو اس لئے ایسی بات کیوں کرتے ہو بلکہ اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ان شاء اللہ عزوجل میں ایسا کروں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے روز حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابہ کرام کی اس عقیدت و محبت کو شرک قرار نہیں دیا تو پھر معترضین کو بھی چاہئے کہ اپنے اعتراضات کی پوٹلی کو اتار پھینکیں اور ایسے اعمال پر شرک کے فتوے نہ صادر کریں۔

حدیث ۱۱: موسیٰ بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو میں نے دیکھا کہ راستے میں جو مقامات تھے انہیں تلاش کر کے ان میں نماز پڑھا کرتے اور بتایا کرتے کہ ان کے والد ماجد ان میں نماز پڑھا کرتے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان مقامات میں نماز پڑھتے دیکھا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۶۴: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ جس جگہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو جس جگہ کو اپنی صحبت پاک سے نوازا ہو جس جگہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک چومے ہوں صحابہ کرام علیہم الرضوان اس جگہ کو اپنی سجدہ گاہ بنالیا کرتے تھے اور قصداً ایسے مقامات پر جا کر نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے حضرت سالم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا یہ شعار تھا کہ دوران سفر راستے میں ان مقامات کو تلاش کر کے نماز پڑھا کرتے تھے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز ادا فرمائی ہوان جگہوں سے عقیدت ومحبت صحابہ کرام کا یہ عالم یقیناً اہل ایمان ہی کا حصہ ہے لہٰذا آج بھی اہل ایمان جب ان متبرک مقامات کا سفر کرتے ہیں تو کثرت سے وہاں نوافل ادا کرتے ہیں اور وہاں کی سرزمین کو بوسہ دیتے ہیں کہ یہ طریقہ انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ہی سیکھا ہے چنانچہ ایسی مقدس و مبارک جگہوں کا زیارت اور عبادت کی نیت سے سفر کرنا بدعت نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کی علامت ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو لوگ آپ کے وضو کا پانی اپنے اوپر ملنے لگے۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۷۴: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس پانی سے وضو فرماتے صحابہ کرام اس پانی کو اپنے لئے باعث تبرک سمجھتے اور اسے اپنے اوپر مل لیتے صحابہ کرام کی نگاہ میں اس متبرک پانی کی قدر و قیمت کا ثبوت مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی مل جاتا ہے کہ جس پانی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو مس کرنے کا شرف حاصل ہوتا وہ پانی صحابہ کرام کے لئے دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہوتا صحابہ کرام کا یہ عمل ان کا تبرکاتِ مقدسہ سے عقیدت ولگاؤ ومحبت کا مظہر ہے۔

حدیث ۱۳: یزید بن عبید سے روایت ہے کہ میں حضرت سلمہ بن رکوع رضی اللہ عنہ کے ساتھ آ کر ستون کے پاس نماز پڑھتا جو مصحف کے ساتھ ہے

میں عرض گزار ہوا کہ اے ابو مسلم! میں دیکھتا ہوں کہ آپ ستون کے پاس نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے پاس خاص طور پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۷۵: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان ان جگہوں پر نماز پڑھنے کی پوری کوشش کیا کرتے تھے جن مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی نماز ادا فرمائی ہو حالانکہ ایسا کرنے کا نہ قرآن میں حکم موجود ہے اور نہ ہی سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا کرنے کا حکم فرمایا تھا صحابہ کرام علیہم الرضوان کا عقیدہ تھا کہ جس جگہ کو سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کا شرف حاصل ہو جائے وہ جگہ متبرک ترین جگہ ہے اور وہ جگہ عبادت کرنے والے اور نماز پڑھنے والے کے لئے خود شفا بخشی اور سعادت کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام ان مقامات کو اپنے لئے باعث برکت و باعث سعادت سمجھا کرتے تھے۔

حدیث ۱۴: نافع سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب کعبہ میں داخل ہوتے تو اس وقت سامنے کی طرف نہ چلتے اور دروازے کو پس پشت کر لیتے اور چلتے رہتے یہاں تک کہ ان کے اور سامنے والی دیوار کے سامنے تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جاتا اس جگہ نماز پڑھنے کی کوشش کرتے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بتائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں نماز پڑھی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۷۹: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ کعبہ کے اندر بھی صحابہ کرام ٹھیک اس مقام پر نماز پڑھنے کی کوشش کیا کرتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہو حالانکہ غور فرمائیے کہ خانہ کعبہ جو دنیا کا مقدس ترین و عظیم ترین مقام ہے جو کہ اللہ عزوجل کا گھر ہے اور مسلمان مومن کے لئے واجب الاحترام ہے اور یقیناً صحابہ کرام علیہم الرضوان کے لئے خانہ کعبہ کے کسی بھی گوشے میں نماز پڑھ لینا ان کے لئے باعث صد افتخار تھا لیکن دیکھئے ایسے بابرکت مقام پر بھی جہاں کا گوشہ گوشہ عظیم اور بلند تر ہے ایسی جگہ بھی صحابہ کرام کی یہی کوشش ہوتی کہ ٹھیک اسی جگہ نماز پڑھیں جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی ہو۔ کیا قرآن میں اس کا حکم دیا گیا تھا؟ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا تھا؟ پھر صحابہ کرام ایسے متبرک مقام پر کہ جس کے کسی بھی گوشہ میں نماز پڑھ لینا عین سعادت و خوش نصیبی ہے لیکن پھر بھی وہ اس جگہ بھی اس مقام کو تلاش کرتے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ہو۔

یہ سب کیا ہے؟ بدعت ہے؟ شرک ہے؟ ہرگز نہیں غور فرمائیے کہ صحابہ کرام وہ مبارک و مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے براہِ راست سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلامی تعلیمات حاصل کیں فقہی مسائل سیکھے کیا معاذ اللہ وہ غلطی کر سکتی ہیں؟ معاذ اللہ شرک میں مبتلا ہو سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں تو معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے وابستہ ہر چیز سے محبت و عقیدت رکھنا اس کا احترام کرنا اس کی تعظیم کرنا شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے اور جو صحابہ کے نقش قدم پر چل پڑا حدیث مبارکہ کے مطابق وہ جنتی گروہ میں شامل ہے۔

الحمدللہ ہم اہلسنّت صحابہ کرام کے نقش قدم پر ہیں کوئی احمق و جاہل شرک شرک کا نعرہ لگاتا ہے تو لگاتا رہے کل سب کچھ کھل جائے گا اور دنیا میں جو جس کے ساتھ ہے کل ان شاء اللہ اسی کے ساتھ ہوگا۔

حدیث ۱۵: حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت بُنی ہوئی حاشیئے والی چادر لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے بُنا ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہناؤں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لے لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت بھی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ازار بنا کر ہمارے پاس تشریف لے آئے فلاں نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ کتنی اچھی ہے یہ مجھے پہنچا دیجئے لوگوں نے کہا تم نے اچھا نہیں کیا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت تھی اور پھر تم نے یہ جانتے ہوئے سوال کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کا سوال رد نہیں فرماتے کہا خدا کی قسم میں نے یہ پہننے کے لئے نہیں مانگی بلکہ اس لئے مانگی ہے کہ اسے اپنا کفن بناؤں۔ حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہی اس کا کفن ہوئی۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۹۷: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت پا جانے والی ہر ہر چیز سے عقیدت واحترام اور قلبی لگاؤ رکھتے اور اس چیز کو حاصل کرنا اپنے لئے باعث سعادت و برکت گردانتے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک صحابیہ نے چادر ہدیہ کرنے کی سعادت حاصل کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اس کی

ضرورت بھی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پہن لیا وہاں موجود ایک صحابی نے جب یہ دیکھا کہ چادر مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہو چکی ہے تو یہ جانتے ہوئے بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت ہے اور اگر میں یہ مانگوں گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خالی ہاتھ نہیں لوٹائیں گے آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چادر مبارک مانگ لی کیوں؟ اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ جس چادر کو سرکارِ اقدس صلی اللہ عیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے میں اس چادر کو اپنا کفن بناؤں تا کہ اس چادر مبارک کے فیوض و برکات دنیا کے ساتھ ساتھ قبر میں بھی لوٹوں اور واقعی اللہ عزوجل نے ان کی اس عقیدت ومحبت کو قبول فرمایا اور جب ان صحابی کا انتقال ہوا تو حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق وہ چادر مبارک ہی ان کا کفن بنی۔ سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات و آثار مقدسہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت پا جانے والی چیز سے محبت وعقیدت رکھنا اس کا ادب واحترام کرنا اور اس کو اپنے لئے باعث سعادت وشرف سمجھنا دراصل باعث نجات ہے اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ عیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کا سبب ہے۔

حدیث ۱۶: عمرو بن میمون اودی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے فرمایا اے عبداللہ بن عمر! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہنا کہ عمر بن خطاب آپ کو سلام کہتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ مجھے میرے دونوں ساتھیوں کے پاس دفن کر دیا جائے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ

وہ جگہ میں اپنے لئے چاہتی تھی لیکن آج میں نے انہیں اپنے اوپر ترجیح دی جب واپس لوٹے تو فرمایا کیا خبر لائے ہو؟ عرض گزار ہوئے کہ اے امیر المومنین آپ کے لئے اجازت دے دی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۳۰۳: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ صحابہ کرام اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر اس چیز سے عقیدت و محبت رکھتے اور اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے تھے جسے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حاصل ہو جاتی تھی۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی اسی بات کا ثبوت پیش کر رہی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری آرام گاہ کے لئے اسی بات کی کوشش کی کہ ایسی جگہ ہو جو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت بھی رکھتی ہو اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر بھی ہو چونکہ روضہ انور پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ مبارک تھا جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن و رات بسر کئے اس کے چپے چپے کو آپ صلی اللہ عیہ وسلم کے قدم مبارک چومنے کا ان گنت مرتبہ موقع نصیب ہوا اور پھر اسی جگہ کو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارک بننے کا شرف بھی حاصل ہوا چنانچہ وہ جگہ صحابہ کرام کے لئے دنیا جہاں میں عزیز تر تھی چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس بات کی کوشش کی کہ انہیں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ایسی مقدس و بابرکت و باعظمت جگہ آرام کرنے کے لئے مل جائے چنانچہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب خاص صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس دلی وابستگی، محبت و عقیدت کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا اور انہیں ان

کے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ومقدس حجرہ مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آرام کرنے کا موقع عطا فرمایا۔

حدیث ۱۷: زید بن اسلم کے والد ماجد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حجر اسود سے کہا خدا کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ تو پتھر ہے نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی نہ دیتا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۵۰۳: کتاب المناسک)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حجر اسود سے یہ فرمانا کہ تو ایک پتھر ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے بوسہ نہ دیا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا کوئی بھی حصہ جس جگہ سے مس ہو جاتا وہ جگہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نظر میں متبرک و واجب الاحترام ہو جاتی۔ غور فرمائیے کہ حجر اسود جسے بیت اللہ شریف کی دیوار کے کونے میں نصب ہونے کی سعادت حاصل ہے اور جو جنت کا پتھر ہے اور ہر مسلمان کے لئے واجب الاحترام ہے صحابہ کرام اس حجر اسود کو اس لئے بوسہ دیتے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک نے اسے مس کیا تھا اسے بوسہ دیا تھا حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ارشاد فرماتے کہ اے حجر اسود میں تجھے اس لئے بوسہ دیتا ہوں کہ تو بیت اللہ شریف کی دیوار پر نصب ہے یا اس لئے بوسہ دیتا ہوں کہ تو جنت کے پتھروں میں سے ایک پتھر ہے لیکن غور فرمائیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں حجر اسود اس لئے باعث احترام ٹھہرا اس لئے

واجب تعظیم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ اس سے مس ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بوسہ دیا۔ اب معترضین خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا معاذ اللہ حضرت عمر جو کہ مسلمانوں کے خلیفہ دوم ہیں گمراہی میں مبتلا ہو گئے تھے؟ ہرگز نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ سے محبت وعقیدت، تعظیم واحترام ایمانیات کا حصہ ہے جو اس عقیدت ومحبت سے محروم ہے وہ ایمان سے محروم ہے اور جس نے اس عقیدت ومحبت کو پالیا اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وخوشنودی کو پالیا اور مومن کہلانے کا مستحق قرار پایا۔

حدیث ۱۸: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب ایک نوعمر لڑکا تھا اور عمر رسیدہ حضرات بائیں طرف تھے فرمایا کہ اے لڑکے! کیا تم اجازت دیتے ہو کہ میں یہ عمر رسیدہ لوگوں کو دے دوں؟ عرض گزار ہوا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بچی ہوئی چیز میں کسی کو ترجیح نہیں دیتا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو دے دیا۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۱۸۵: کتاب الوکالہ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے بچی ہوئی چیز کھانے یا پینے کو اپنی سعادت مندی سمجھتے تھے اور اسے باعث برکت گردانتے تھے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروب نوش فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ بچا ہوا مشروب کسی اور کو

دینا چاہتے تو وہ صحابی عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے بچی ہوئی چیز میں کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ بزرگوں سے بچی ہوئی چیز باعث برکت ہوتی ہے اور اس کو کھانا یا پینا باعث فیوض و برکات ہے لہٰذا ایسی اشیاء کو محبوب و عزیز رکھنا گمراہی نہیں بلکہ سعادت مندی ہے اگر گمراہی ہوتا تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابی سے ارشاد فرماتے کہ میرے آگے کی بچی ہوئی چیز کو تعظیم نہ دو اور اسے عزیز نہ سمجھو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ارشاد نہیں فرمایا بلکہ اس مشروب کو ان صحابی کے محبوب سمجھنے پر انہیں عطا فرما دیا۔

حدیث ۱۹: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں ایک دفعہ کچھ خطرہ محسوس ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا گھوڑا استعار لیا جس کو مندوب کہتے تھے (واپسی پر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمیں تو کوئی خطرہ نظر نہیں آیا اور ہم نے اس (گھوڑے) کو دریا کی طرح (تیز رفتار) پایا ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۶۵۲: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت پا جانے والی چیز پر اس مبارک نسبت کے سبب بہار آ جاتی ہے۔ دیگر روایات کے مطابق حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ گھوڑہ اڑیل تھا اور بہت ہی سست رفتار تھا اور کسی کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس پر سوار ہوئے تو اس نے کسی قسم کی مزاحمت کا مظاہرہ نہیں کیا یہاں تک کہ کان بھی نہ ہلائے اور وہ حیرت انگیز طور پر تیز رفتار ہو گیا یہاں تک

کہ اس کے بعد کوئی گھوڑا اس سے سبقت نہ لے جا سکا یہ سب کیا تھا؟ یقیناً سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کا اعجاز ہی تھا کہ جو گھوڑا کسی کے کام کا نہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے ہی دریا کی طرح تیز رفتار ہو گیا۔ یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس سے کیا مس ہوا کہ اس کی حالت ہی بدل گئی یہ سب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت قائم ہو جانے کا فیض و برکت ہے کہ جس چیز کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جاتی وہ اپنی ہم جنس میں نمایاں و ممتاز ہو جاتی ہے اور باعث برکت ہو جاتی ہے اور اہل ایمان کے لئے واجب الاحترام وفیض و برکات کے حصول کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

حدیث ۲۰: عیسٰی بن طہمان سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہیں دو پرانے جوتے دکھائے جن میں سے ہر ایک میں دو تسمے تھے ثابت بنانی نے مجھے بتایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک ہیں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۸۸۱: کتاب الجہاد والسیر)

حدیث ۲۱: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں ایک موٹی چادر دکھائی جسے ملبدا کہتے ہیں اور بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اندر وصال فرمایا تھا۔ (صحیح بخاری شریف، رقم الحدیث ۲۵۱: کتاب الجہاد والسیر)

حدیث ۲۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے دراڑ والی جگہ پر چاندی کا پترا لگوا دیا تھا عاصم راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس مبارک

پیالے کو دیکھا اور اس سے پانی پیا ہے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۸۸۲، کتاب الجہاد والسیر)

حدیث ۲۳: حضرت علی بن حسین (امام زین العابدین) رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت میسور بن مخزمہ نے آپ سے ملاقات کی اور کہا کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار عنایت فرمادیں گے؟ اگر آپ مجھے عطا فرمادیں تو جب تک میرے جسم میں جان ہے مجھ سے کوئی بھی اسے کبھی نہیں لے سکے گا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۸۳: کتاب الجہاد والسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبارکاتِ مقدسہ کو کس قدر عزیز از جان سمجھتے تھے اور کس قدر عقیدت و احترام رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی متبرک اشیاء کو جیتے جی اپنے سے جدا نہ ہونے دینا جیسا کہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے واضح ہوا کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک، چادر مبارک، پیالہ مبارک، تلوار مبارک وغیرہ صحابہ کرام نے بطور تبرک اپنے پاس سنبھال کر رکھی ہوئی تھیں اور ان میں سے ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ وہ ان تبرکات کو اپنے پاس رکھنے کی سعادت حاصل کرے جیسا کہ حضرت میسور رضی اللہ عنہ نے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار مبارک مانگی اور جیسا کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالے مبارک سے پانی پیا تو وہ اس بات پر فخر کرتے تھے اور سب کو بتاتے تھے۔

حدیث ۲۴: جعید بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سائب بن یزید کو چورانوے سال کی عمر میں تندرست وتوانا دیکھا فرمایا کہ میں تو یہی جانتا ہوں کہ میری سماعت و بصارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے فیضیاب ہیں میری خالہ مجھے لے کر بارگاہ اقدس میں لے کر حاضر ہوئیں اور عرض گزار ہوئیں "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا یہ بھانجا بیمار رہتا ہے" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا میرے لئے دعائے برکت کی اور وضو فرمایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا پانی پی لیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۲۸۳، ۳۲۸۴: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک ایسی بابرکت ہے کہ اس سے ادا ہونے والی دعا بارگاہِ الٰہی میں ایسی مستجاب ہوتی ہے کہ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا پانی اس قدر متبرک ہوتا ہے کہ صحت وتندرستی کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ چورانوے سال کی عمر میں بھی بالکل تندرست وتوانا تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کی سماعت و بصیرت بھی بالکل ٹھیک تھی یہ سب کیا ہے؟ اس کا جواب حضرت سائب رضی اللہ نے خود دے دیا کہ یہ سب سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائے برکت کا نتیجہ ہے اور یہ کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا متبرک پانی پیا۔

ایک ایسے گڑھے کے کنارے بیٹھ گئی جس میں تھوڑا سا پانی تھا لوگوں نے اس میں سے تھوڑا تھوڑا پانی پی لیا تھا کہ وہ ختم ہوگیا لوگوں نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر انہیں دیتے ہوئے فرمایا کہ اس گڑھے میں ڈال دو پس قسم ہے خدا کی پانی فوراً ابلنے لگا اور تمام لوگ سیراب ہوگئے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴: کتاب الشروط)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا تینوں احادیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کی برکتوں سے صحابہ کرام علیہم الرضوان خوب ہی استفادہ کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہر شے خواہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن مبارک ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکش مبارک کا مبارک تیر ہو خواہ انگشت مبارک ہو یا وضو کا بچا ہوا پانی ہو ہر ہر چیز متبرک ہے لہٰذا صحابہ کرام ہر مشکل، ہر پریشانی میں ان تبرکات سے فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

غزوہ حدیبیہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اپنے تبرکات سے خوب ہی فیض پہنچایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا دست کرم رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے اسی طرح جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے پیاس کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مبارک ترکش میں سے ایک متبرک تیر نکال کر عطا فرمایا اور فرمایا کہ اسے گڑھے میں ڈال دو پس دیکھتے ہی دیکھتے پانی اس گڑھے

حدیث ۲۵: حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز بطحا کی جانب تشریف لے گئے پس آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا گیا تھا (نماز پڑھنے کے لئے) اس کے پیچھے سے عورتیں گزر گئیں مرد کھڑے رہے پھر وہ اپنے ہاتھوں کو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے لگا کر اپنے چہروں پر مل لیتے میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو پکڑا اور اپنے چہرے سے لگایا تو دیکھا کہ وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے اور اس کی خوشبو مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۲۹۶۷: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر اس قدر با برکت ہے کہ جس سے چھو جائے اسے بھی با برکت بنا دیتا ہے یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہی کوشش ہوتی کہ وہ کسی طرح سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے مس ہو جائیں اور خوب فیض و برکت حاصل کریں جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو چھوتے اور پھر اپنے ہاتھ چہروں پر مل لیتے حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے بھی دست اقدس پکڑ کر چہرے سے لگایا تو برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ عمدہ خوشبودار پایا۔

حدیث ۲۶: حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بکری خریدنے کے لئے ایک دینار دیا پس میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں سے دو بکریاں خرید لیں پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں بیچ دیا اور بکری و دینار لے کر

بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوگیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجارت میں برکت کے لئے دعا کی چنانچہ وہ اگر مٹی بھی خریدتے تو اس سے بھی منافع حاصل کر لیتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۷۵: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان کی تاثیر ملاحظہ فرمائیے کہ زبان سے ادا ہونے والے الفاظ قبولیت میں ایسا اثر رکھتے ہیں کہ جو مانگا وہ تو مل ہی گیا لیکن اس کے علاوہ بھی فیوض و برکات کا خزانہ ہاتھ آ گیا جیسا کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا کہ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجارت کے لئے دعائے برکت فرمائی تو اس قدر برکت ہوئی کہ مٹی بھی منافع دیتی۔ یہ سب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کا ہی نتیجہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک بھی اس قدر متبرک ہے کہ اس سے فرمائی جانے والی دعا مستجاب الدعوات ہو کر ایسی تاثیر دیتی ہے کہ جس کی مثال نظر سے نہیں گزری۔

حدیث ۲۷: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ خیبر کے موقع پر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں لوگوں نے جواب دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھیں دکھتی ہیں فرمایا انہیں بلا کر لاؤ پس انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کے لئے دعا فرمائی پس وہ اس طرح شفایاب ہو گئے جیسے انہیں تکلیف ہی نہیں تھی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۴۹۲: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی ہر چیز بڑی بابرکت ہے اور اپنے اندر اس قدر فیضو کرم کا اثر رکھتی ہے کہ پانے والا مالا مال ہو جاتا ہے سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن مبارک بھی اس قدر بابرکت ہے کہ مریض کے لئے بھی شفا بن جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھ رہی تھیں لیکن محبوبِ رب عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا تو وہ ایسے ٹھیک ہو گئیں کہ جیسے انہیں تکلیف تھی ہی نہیں بے شک سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سراپا برکت ہی برکت ہیں۔ اب معترضین کو چاہئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ سے محبت و تعظیم کرنے پر گمراہی کے فتوے لگانا چھوڑ دیں اور خود بھی دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھام لیں کہ دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھام لینے والوں کی دنیا و آخرت دونوں ہی سنور جاتی ہیں۔

حدیث ۲۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک اندھیری رات میں دو شخص (حضرت اسید بن حضیر، حضرت عباد بن بشیر) رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے نکلے تو ان دونوں حضرات کے آگے آگے ایک نور تھا جب وہ دونوں اپنے اپنے گھروں کو جانے کے لئے جدا ہوئے تو وہ نور الگ الگ دونوں کے سامنے ہو گیا۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۵۲۳: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک بھی کس قدر بابرکت اور فیض و انوار کا منبع

تھی کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتا اس کی دنیا و آخرت دونوں ہی روشن ہو جاتے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرما رہے ہیں کہ دو صحابی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک سے شرف حاصل کیا تو جب وہ واپس آئے تو رات اندھیری تھی اس بابرکت صحبت میں آنے کے سبب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی محفل میں آنے کے سبب روشنی ان صحابہ کرام کے ساتھ ہوگئی یہ سب صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت صحبت کا اعجاز تھا کہ ان صحابہ کے لئے اندھیری رات بھی روشن ہوگئی۔

حدیث ۲۹: اسرائیل کا بیان ہے کہ حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے ایک پیالہ میں پانی دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا اسرائیل نے اپنی تین انگلیاں بند کر کے اس پیالی کی طرح بنائیں جس کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک ڈالا گیا تھا چنانچہ جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف ہوتی تو اس کی طرف ایک برتن میں پانی بھیج دیا جاتا پس میں (عثمان) نے برتن میں جھانک کر دیکھا تو چند سرخ موئے مبارک دیکھے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۸۴: کتاب الباس)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات مقدسہ سے صحابہ کرام کی عقیدت ومحبت کی کھلی دلیل ہے اور اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ صحابہ کرام اپنے رؤف ورحیم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار مقدسہ کو اپنے لئے باعث برکت و

سعادت سمجھا کرتے تھے جس کی ایک جھلک مذکورہ حدیث مبارکہ میں واضح نظر آرہی ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک صحابہ کرام نے نہ صرف یہ کہ سنبھال کر رکھے بلکہ ان کی تعظیم وعقیدت اور اسے متبرک جاننے کا عالم دیکھئے کہ ان موئے مبارک کو پانی میں بھگو کر اپنے پاس محفوظ کرلیا اور جب بھی کوئی بیمار ہوتا یا کوئی تکلیف پیش آتی تو وہ پانی مریض کو پلا دیا جاتا اور مریض شفایاب ہو جاتا۔

غور فرمائیے کہ نہ ہی قرآن میں ایسا کوئی حکم موجود ہے اور نہ ہی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کو فرمایا بلکہ یہ صرف اور صرف حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق اور آپ صلی اللہ علیہ سلم کے تبرکاتِ مقدسہ سے محبت، ادب اور احترام کی بدولت کیا جاتا تھا۔ کیا صحابہ کرام پر بھی جن کے استاد محترم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے گمراہی کا فتویٰ لگایا جائے گا؟ کیا ان سے بھی سوال کیا جائے گا کہ قرآن وحدیث میں کہاں لکھا ہے کہ ایسا کرو؟ پھر ایسا کیوں کیا؟ تو جواب اس کا یہی ہے کہ ایسے سوالات دیوانے کی بڑ ہیں صحابہ کرام کے طریقہ کار ان کے شعار پر نظر رکھتے ہیں آج بھی اہل ایمان تبرکاتِ مقدسہ سے اسی محبت و تعظیم کا اظہار کرتے ہیں لاکھ شرک، بدعت کی بے سروپا صدائیں آئیں مگر اہل ایمان آنکھیں بند کر کے صحابہ کرام کے راستے پر چلتے جا رہے ہیں اور ان شاء اللہ بہت جلد منزل مراد پر پہنچ جائیں گے۔

حدیث ۳۰: ثمامہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا چمڑے کا بستر بچھایا

کرتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی گدے پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو میں آپ کا مقدس پسینہ اور موئے مبارک جمع کر لیتا اور انہیں ایک شیشی میں ڈال کر خوشبو میں ملا لیا کرتا ثمامہ کا بیان ہے کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ وہ خوشبو ان کے کفن کو لگائی جائے ان کا بیان ہے کہ وہ ہی خوشبو ان کے کفن کو لگائی گئی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۵۵: کتاب الاستئذان)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی نگاہ میں سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک اور پسینہ مبارک کی قدر و قیمت کیا ہے ان آثار مقدسہ کی قدر و قیمت جاننے کے ہی سبب صحابہ کرام اس امر پر کوشاں رہتے تھے کہ کسی طرح ان تبرکاتِ مقدسہ کو حاصل کریں اور اس کے فیوض و برکات و انوار سے اپنی دنیا و آخرت کو سنواریں۔ جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے محبوبِ پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک اور موئے مبارک کو جمع کیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر قیلولہ فرمایا کرتے تو یہ دونوں چیزیں آپ رضی اللہ عنہ ایک شیشی میں جمع کر لیا کرتے اور پھر یہ وصیت فرمائی کہ میرے انتقال کے بعد میرے کفن کو یہی خوشبو لگانا کیونکہ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارک دنیا جہاں کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار تھا۔ کوئی معترضین سے پوچھے کہ دیکھو قرآن و حدیث میں تو کہیں ایسا حکم موجود نہیں پھر صحابہ کرام ایسا

کیوں کیا کرتے تھے تو یہ جہالت و منافقت کے علمبردار یقیناً صحابہ کرام علیہم الرضوان پر بھی گمراہی کا فتویٰ لگا دیتے (معاذ اللہ) یہی وجہ ہے کہ جو کسر منافقین مدینہ سے رہ گئی تھی ان کے محسن آج یہ کسر پوری کر رہے ہیں اور ہر اہل ایمان و اہل عشق کی تبرکاتِ مقدسہ سے محبت و عقیدت دیکھ کر ان پر بدعت و شرک کے فتوے لگا رہے ہیں کاش کہ وہ صحابہ کرام کے زاویۂ نگاہ سے دیکھنے اور سوچنے لگ جائیں (آمین)

حدیث ۱۳۱: عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بچے لائے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا فرماتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۹۲۴: کتاب الدعوات)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ کو اس قدر محترم و معزز سمجھتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پاک کو اس قدر متبرک گردانتے تھے کہ چاہتے تھے کہ ان کا پیدا ہونے والا بچہ آنکھ کھلتے ہی سرکار عالی وقار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فیض و کرم کے خزانے لوٹ لے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچے لائے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعائے برکت فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارکہ سے نکلنے والی دعا اس قدر بابرکت ہوتی کہ جس کے لئے دعا کی جاتی فیض و انوار اسے اپنے حصار میں لے لیتے اور انوار کی بارش اس پر مسلسل ہوتی رہتی چنانچہ صحابہ کرام ان ہی برکتوں کو لوٹنے کے لئے اپنے اپنے بچوں کو بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

میں لے کر حاضر ہوتے اور انہیں پیدا ہوتے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک و مقدس دعاؤں کا تحفہ دیتے کہ یہ عین سعادت اور بلند بختی کی علامت ہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا ہے کہ تمام مسلمانوں کو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جنتی راستوں پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ و آثارِ مبارکہ سے قلبی عقیدت و محبت، تعظیم و ادب کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

حدیث ۳۱: سعید بن ابو ایوب نے ابو عقیل سے روایت کی ہے کہ میرے جد امجد حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ مجھے بازار سے بازار کی طرف لے جاتے اور غلہ خریدتے تو ان کی حضرت ابن زبیر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوتی چنانچہ وہ حضرات کہتے کہ ہمیں بھی شریک کر لیجئے کیونکہ آپ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی تھی۔ بعض اوقات تو ایسا ہوتا کہ بیچنے کے باوجود سواری پر لدا ہوا غلہ جتنا لے جاتے اتنا ہی گھر واپس آ جاتا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۹۲۲: کتاب الدعوات)

ف: سبحان اللہ! صحابہ کرام علیہم الرضوان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تبرک حاصل کرنے کی ایک اور اعلیٰ مثال ہمیں مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں نظر آئی کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ہر چیز، ہر ہر عمل، ہر ہر فرمان مبارک ہوا کرتا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کے لئے دعا فرما دینا اس کے لئے مبارک ثابت ہوتا

ہے اور اس کے لئے وہ دعا ایسی بابرکت ہو جاتی ہے کہ جس کا نفع نہ صرف اسے بلکہ اس سے متعلق دیگر لوگوں کے لئے بھی بابرکت ہو جاتی ہے اور جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرما دیں وہ شخص بذات خود اتنا بابرکت ہو جاتا ہے کہ دوسرے بھی اس سے فیض حاصل کر سکتے ہیں چنانچہ صحابہ کرام ایسے لوگوں سے بھی عقیدت رکھتے تھے اور انہیں اپنے لئے باعث برکت سمجھتے تھے جن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرما دی تھی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے وہ لوگ بھی دوسروں کے لئے متبرک بن گئے تھے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا جن اصحاب کے کاروبار کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا فرمائی تھی دیگر اصحاب اپنے کاروبار و تجارت کے لئے ان لوگوں سے تبرک حاصل کرتے تھے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ لوگوں یا چیزوں یا مقاماتِ مقدسہ کو بابرکت جاننا اور ان سے فیض و برکت حاصل کرنے پر یقین رکھنا اہلسنّت کا نہیں بلکہ صحابہ کرام کا عقیدہ ہے چنانچہ مسلک اہلسنّت پر تنقید کرنا یا ان پر مشرک و بدعتی کا فتویٰ لگانا گویا معاذ اللہ صحابہ کرام علیہم الرضوان پر تہمت لگانے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے بدمذہبوں، بے دینوں اور گستاخوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

حدیث ۳۲: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہم چودہ سو افراد تھے حدیبیہ اصل میں ایک کنویں کا نام ہے جب ہم نے اس سے پانی بھرنا شروع کیا تو اس میں ایک قطرہ پانی بھی نہ رہا جب نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کنویں کی منڈیر پر تشریف لے گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگایا وضو کیا، کلی فرمائی اور بارگاہِ خداوندی میں دعا کی اس کے بعد بچا ہوا پانی کنویں میں ڈال دیا تھوڑی سی دیر میں اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ہم اور ہماری سواریاں سیراب ہو گئیں۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۴۵: ابواب المغازی)

حدیث ۳۳: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے روز لوگ پیاس سے دوچار ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک برتن رکھا ہوا تھا جس سے وضو فرما رہے تھے جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے بس یہی تھا جو اس برتن کے اندر حضور کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں اپنا دستِ مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگشت مبارک سے چشموں کی طرح پانی پھوٹ نکلا یہ فرماتے ہیں کہ ہم پانی پیتے اور وضو کرتے رہے پس میں (سالم بن ابو الجعد) نے حضرت جابر سے دریافت فرمایا کہ اس روز آپ کتنے حضرات تھے، فرمایا اگر لاکھ بھی ہوتے تو پانی سب کے لئے کافی ہو جاتا لیکن ہم پندرہ سو تھے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۴۷: ابواب المغازی)

حدیث ۳۴: حضرت سور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ حدیبیہ کے بالکل قریب

سے ابلنے لگا۔ اسی طرح ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں کچھ پانی لیا اس سے کلی فرمائی اور وضو فرمایا اور وہ پانی کنویں میں ڈال دیا تو کنواں پانی سے بھر گیا۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہر ہر شے اپنے اندر وہ تاثیر رکھتی ہے اور ایسی مبارک و بابرکت ہے کہ اس کے ذریعے ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے چنانچہ پانی کی قلت و ناپیدی کے باوجود ہزاروں کے لشکر کا اور ان کی سواریوں کا سیراب ہو جانا یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات مقدسہ کی اہمیت وافادیت کا منہ بولتا ثبوت لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکاتِ مقدسہ موئے مبارکہ، نقش نعلین مبارک اور دیگر تبرکات سے عقیدت و محبت مسلک اہلسنّت کا ہی عقیدہ نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا بھی عقیدہ ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں صحابہ کرام کے عقائد پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

حدیث ۳۵: حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "میں گھوڑے پر اچھی طرح جم کر نہیں بیٹھ سکتا تھا میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا اثر اپنے سینے میں محسوس کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اس کو ٹھہرا دے اور اسے ہدایت کرنے والا نیز ہدایت یافتہ بنا دے۔ یہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۶۷: کتاب المغازی)

ف: سبحان اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلی ہوئی دعا کی برکت ملاحظہ فرمائیے کہ

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ جو گھوڑے پر جم کر نہیں بیٹھ سکتے تھے اور گر جایا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سینے پر مارنے کی برکت سے پھر کبھی وہ گھوڑے پر سے نہیں گرے اس مبارک ذات کی مبارک دعا کی برکت سے ایک ماہر شہ سوار بن گئے یہ سب وہ تبرک تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں پایا جاتا تھا جس کا اثر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے میں محسوس کیا۔

باب ہشتم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"بے مثل بشریت"

حدیث ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے پھر نماز پڑھی کبھی فرمایا کہ لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹے لئے پھر کھڑے ہوکر نماز پڑھی پھر حدیث بیان کی سفیان نے کئی مرتبہ عمرو، کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ کے پاس رات گزاری تو نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم نے رات کو قیام کیا۔ جب رات کا کچھ حصہ رہ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے میں نے بھی آپ کی طرح وضو کیا اور پھر آکر آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ کبھی سفیان نے شمالہ کہا۔ پس آپ نے مجھے اپنے دائیں جانب کرلیا پھر نماز پڑھی جو اللہ تعالیٰ نے چاہی پھر لیٹ کر

سو گئے اور خراٹے لینے لگے پھر بلانے والا حاضر ہوا اور اس نے نماز کے لئے بلایا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ نماز کے لئے چلے گئے تو نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ ہم نے عمرو سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں اور دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو کا بیان ہے کہ میں نے عبید بن عمیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ انبیاء کا خواب وحی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۳۸: کتاب الوضوء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو توڑنے والی نہیں تھی جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات کی خبر دے رہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حالت خواب میں بھی اپنی امت کے حالات سے بے خبر نہیں ہوا کرتے بلکہ جس طرح حالت بیداری میں ہر بات ملاحظہ فرما رہے ہوتے ہیں اسی طرح حالت خواب میں بھی اپنی امت کے احوال سے بے خبر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کا نگہبان بنایا گیا لہٰذا کیسے ممکن ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی محافظت سے غافل ہو جائیں لہٰذا انبیاء کرام کو خصوصاً حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا اور ایک بشر جیسی ہی انہیں تعظیم دینا انتہائی جہالت ہے اور ایسا شخص توہین رسالت کا مرتکب ہے اور ایسے شخص کو کہیں امان نہیں۔ مسلمان اچھی طرح یہ بات سمجھ لیں کہ ہم تو وہ ہیں کہ حالت وضو میں اگر ہمیں نیند آ جائے تو ہمارا وضو جاتا رہے اور حالت نیند میں ہم دوسرے کی حالت تو کجا خود اپنی حالت سے غافل و بے خبر ہو جاتے ہیں پھر بھلا کہاں عاجز وحقیر بندے اور کہاں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر

جگہ ہر لمحہ ہر حالت میں ہمارے اقوال وافعال سے باخبر ہیں اور قیامت تک بلکہ اس کے بعد بھی ہونے والے واقعات سے بخوبی واقف ہیں پھر انہیں اپنے جیسا بشر سمجھنا کہاں کی عقلمندی ہے اور کیسی محبت و تعظیم ہے۔

حدیث ۲: حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کی ایک ہی ساعت میں اپنی ازواج مطہرات کے پاس پھر آتے تھے جو گیارہ تھیں میں نے حضرت انس سے کہا کہ کیا اتنی طاقت تھی؟ فرمایا کہ ہم یہ کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت مرحمت فرمائی گئی ہے۔ سعید نے قتادہ سے روایت کی کہ حضرت انس نے ان سے نو ازواج مطہرات بیان فرمائیں۔"

حدیث ۳: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا یہی دیکھتے ہو کہ میرا منہ ادھر ہے خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا خشوع وخضوع پوشیدہ ہے اور نہ تمہارے رکوع میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۰۴: کتاب الصلوٰۃ)

حدیث ۴: بلال بن علی سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "میں تمہیں پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے سامنے سے تمہیں دیکھتا ہوں۔" (صحیح بخاری، حدیث ۴۰۵: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ملاحظہ

فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یہ کہ پیٹھ پیچھے سے نمازیوں کا رکوع ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے بلکہ خشوع وخضوع جو کہ خالص دل کی ایک کیفیت کا نام ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ خاص سے پوشیدہ نہیں معلوم ہوا کہ ہماری نگاہ وہ کچھ دیکھنے کا تصور بھی نہیں کرسکتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنا کسی رکاوٹ کے ملاحظہ فرمالیتے ہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو سراپا نور بنایا ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم عام انسانوں کی طرح دیکھنے کے لئے اپنی آنکھوں کے نور کے محتاج نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سراپا نور ہونے کے سبب ہر طرف سے یکساں ملاحظہ فرماسکتے ہیں دور و نزدیک، آگے پیچھے، اندھیرے اجالے، ماضی، مستقبل وحال، ظاہر و پوشیدہ کوئی بھی واقعہ کوئی بھی عمل نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر قیاس کرنا محض جہالت ونادانی ہے کوئی بھی سنی مسلمان ایسی بات کہنے کا یا سوچنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا یہ جرأت تو صرف ان منافقین و گستاخوں کا حصہ ہے جنہوں نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا ہے۔

حدیث ۵: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات بیدار ہوئے اور فرمایا سبحان اللہ رات کتنے فتنے نازل کئے گئے ہیں اور کتنے خزانے کھول دیئے گئے ہیں ان مجرے والی عورتوں کو جگادو۔ دنیا میں لباس پہننے والی کتنی ہی ایسی ہیں جو آخرت میں ننگی ہوں گی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۱۵: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہم انسانوں کی نگاہ کی طرح نہیں جو صرف ظاہر اور واضح چیزیں دیکھنے کی ہی

صلاحیت رکھتی ہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ تو نازل ہونے والے فتنوں اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے کی بھی قدرت وطاقت رکھتی ہیں رب عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ اور بلند مرتبہ عطا فرمایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصائص کبریٰ کا مالک بنایا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانی ہستی کا اپنے آپ سے مقابلہ کرنا تو دور کی بات صرف تصور بھی کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند منصب ومرتبہ اور خصائص کبریٰ کا انکار ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب عزوجل نے بے مثل بشریت عطا فرمائی ہے لہٰذا ایسی مثال ڈھونڈنا یا اپنے آپ میں تلاش کرنا محض جرأت وبے باکی ہے جو سیدھا جہنم میں لے جاتی ہے۔

حدیث ۶: یحییٰ بن خلاد زرقی سے روایت ہے کہ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک روز ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع سے سر اٹھا کر "سمع اللہ لمن حمدہ" کہا تو پیچھے سے ایک آدمی نے کہا "اے ہمارے رب اور تیرے لئے ہی تعریف ہے بہت زیادہ تعریف، پاکیزہ اور برکت والی" جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا یہ کلمات کس نے کہے؟ اس نے عرض کی میں نے فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو جھپٹتے ہوئے دیکھا کہ کون انہیں سب سے پہلے لکھتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۶۰: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل بشریت کا کھلا ثبوت پیش کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ و توجہ ہماری نگاہ وتوجہ کی طرح نہیں کہ ایک طرف بھی بمشکل ہی مرکوز

ہو۔ ایک طرف دیکھیں یا ایک بات سوچیں تو دس باتیں مخل ہو جاتی ہیں اور توجہ ہٹ جاتی ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا تو یہ عالم ہے کہ ایک ہی وقت میں پوری توجہ و انہماک سے اپنے رب کے حضور بھی حاضر ہیں، مسلمانوں کی امامت بھی فرما رہے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ فرشتوں کو بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ فرشتے ایک صحابی کے کلمات کو لکھنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں سرگرداں ہیں یہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فرشتوں کی تعداد بھی ملاحظہ فرمالی کہ تیس سے کچھ زیادہ ہیں۔ یقیناً یہ سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ مقام اور بے مثل بشریت کے ہی سبب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس مقام و مرتبے میں یکتا ہیں کوئی آپ کی مثل ہو ہی نہیں سکتا ایسا دعویٰ کرنے والے خوب سمجھ لیں کہ ایسا دعویٰ انہیں بلندی کی طرف نہیں بلکہ جہنم کی گہرائیوں اور تاریکیوں میں لے جائے گا ایسی گہرائی ایسی پستی کہ جس کا انہوں نے تصور بھی نہ کیا ہوگا۔

حدیث ۷: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی جس میں کچھ سبز ترکاریاں تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں سے بو آئی تو دریافت فرمایا اس میں جو سبزیاں تھیں وہ آپ کو بتا دی گئیں تو فرمایا کہ تم کھالو کیونکہ میں ان سے سرگوشی کرتا ہوں جن سے تم نہیں کرتے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۱۰: کتاب الصلوٰۃ)

حدیث ۸: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھے تو لوگوں نے بھی رکھے انہیں

تنگی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع فرمایا عرض گزار ہوئے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو رکھتے ہیں فرمایا کہ میں تمہارے جیسی ہیئت پر نہیں ہوں مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۹۴: کتاب الصوم)

حدیث ۹: ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے روزے رکھنے سے منع فرمایا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص عرض گزار ہوا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ فرمایا کہ تم میں میری مثل کون ہے؟ بے شک میں رات گزارتا ہوں تو میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۳۲: کتاب الصیام)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا احادیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بشریت پیش کررہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حالت میں بے مثل و یکتا ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کھلایا جاتا ہے جو عام انسان نہیں کھاتے اور وہ پلایا جاتا ہے جو عام انسان نہیں پیتے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ مجھے تو کھلایا پلایا جاتا ہے اس بات کا ثبوت ہے کہ کھانا اور پینا سب سے منفرد ہے ورنہ کھاتے پیتے تو سب ہیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میں تمہارے جیسی ہیئت پر نہیں ہوں یہ بات واضح اشارہ کررہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بظاہر بشریت کے لبادے میں ہیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشریت نہیں بلکہ اس سے بالکل مختلف ہے چنانچہ ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بشریت نرالی اور یکتا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہی جیسا

بشر سمجھنا کہاں کا علم ہے اور کہاں کا مذہب ہے ایسے علم اور ایسے مذہب سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

حدیث ۱۰: عروہ سے روایت ہے کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے مکانات میں سے ایک اونچے مکان پر چڑھے تو فرمایا کیا تم دیکھ رہے ہو جو میں دیکھتا ہوں بے شک میں تمہارے گھروں پر فتنوں کے گرنے کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں جیسے بارش کے قطروں کے گرنے کے مقامات۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۱: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بشریت کی آئینہ دار ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے معلوم ہوا کہ عام انسان کی نگاہ نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل ہو ہی نہیں سکتی اور صرف معاملہ نگاہ کا ہی نہیں بلکہ ہر طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکتا اور بے مثل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ کوئی ثانی تھا اور نہ کبھی ہوگا لہٰذا جسے اپنی عاقبت خراب کرنی ہوگی وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھے گا اور بشر بشر کی رٹ لگائے رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ایمان کے ساتھ خاتمہ نصیب فرمائے (آمین)

حدیث ۱۱: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے ریشم یا دیباج کو مس نہیں کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلی کی مانند ملائم ہو اور میں نے خوشبو یا عطر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو یا عطر (پسینہ) کی طرح خوشبودار ہو۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۰۴: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کیا مہکی مہکی بات بتا رہی ہے کہ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سرتاپا بے مثال ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص مبارکہ ہوں یا ظاہری سراپا ہر حالت ہر کیفیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یکتا و لاثانی ہیں اور بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی مثل ہو ہی نہیں سکتا دیکھئے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں صراحتاً مذکور ہوا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ریشم یا دیباج ایسا نہیں چھوا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ہتھیلیوں سے زیادہ نرم و ملائم ہو گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک ریشم و دیباج جو اپنی ملائمیت میں مثال نہیں رکھتے اس سے زیادہ نرم و ملائم تھا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی خوشبو ایسی نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارکہ سے زیادہ خوشبودار ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ مبارکہ بھی اپنی مثال آپ تھا کہ کوئی خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارکہ کی خوشبو کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی اب وہ لوگ جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور بھولے بھالے مسلمانوں کو بھی یہی پٹی پڑھانے میں لگے ہوئے ہیں خوب غور کر لیں کہ اگر ان کے پاس سے پسینہ خارج ہونے لگے تو اس کی بدبو سے پاس بیٹھنا دوبھر ہو جائے بلکہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی ملائمیت اور خوشبو کا تو یہ عالم ہے کہ کوئی ریشم اور کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی ایسی بے مثل بشریت کا انکار صرف وہی کرتے ہیں جن کے لئے جہنم کی آگ دہکائی جا چکی ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت اس درجہ قیام فرمایا کرتے کہ دونوں قدم مبارک پھٹ جاتے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض گزار ہوئیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایسا کیوں کرتے ہیں جب کہ آپ کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ پسند نہیں کہ میں شکر گزار بندہ بنوں؟ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۸۳۷: کتاب التفسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ خاص خصوصیت عطا فرمائی جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم گناہ گاروں کے لئے ذریعہ نجات بن گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ محبوب ترین بندی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کے گناہوں کو معاف فرمادیا بے شک جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑتے ہیں اور انہیں اپنا حامی و ناصر مانتے ہیں تو واقعی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گناہوں سے انہیں چھٹکارا دلاتے ہیں ہم عام انسان تو اپنے گناہوں کو دور کرنے اور اپنے لئے مغفرت حاصل کر لینے پر قادر نہیں دوسروں کے گناہوں کو بھلا کیا معاف کروائیں گے لیکن ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم اس بے مثل خصوصیت کے حامل ہیں جس کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کے گناہوں کو معاف کروا کر ان کے لئے بخشش کا تحفہ عطا فرماتے ہیں۔

حدیث ۱۳: حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا بے شک الکوثر سے مراد وہ بھلائی ہے جو اللہ تعالیٰ نے صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت فرمائی۔ ابوالبشر کا بیان ہے کہ لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ وہ جنت میں ایک نہر ہے؟ سعید بن جبری نے فرمایا کہ جو نہر جنت میں ہے وہ بھی اسی خیر کا ایک حصہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر مرحمت فرمائی۔
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۶۰۷: کتاب التفسیر)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے خاص رحمت اور خاص کرم عطا فرمایا ہے اور اس خصوصی بھلائی سے نوازا ہے جو اور کسی کا حصہ نہیں چنانچہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے بے مثل و یکتا بندے ہیں جس کا کوئی ثانی نہیں لہٰذا اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل سمجھنا محض حماقت و جہالت ہے۔

حدیث ۱۴: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعے قرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے ان پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے

اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اسے عطا فرماتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو میں ضرور اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں مجھے تردد نہیں ہوتا جس کو میں کرتا ہوں مگر مومن کی موت کو برا سمجھنے میں کیونکہ میں اس کے اس برا سمجھنے کو برا سمجھتا ہوں۔" (صحیح بخاری شریف، ۶۰۶۶: کتاب الرقاق)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ جن سے محبت فرماتا ہے ان کی سماعت و بصارت ان کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہے یعنی اب اللہ عزوجل اپنے محبوبوں کی سماعت و بصارت اور ان کے ہاتھ پاؤں کے ساتھ ہوتا ہے اللہ عزوجل کے یہ پیارے اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں اور اللہ کے نور سے سنتے ہیں اللہ کے نور سے کام کرتے اور چلتے پھرتے ہیں اور جب ان لوگوں کے افعال و اعمال کے ساتھ اللہ عزوجل ہو تو پھر ان کا قول و فعل عام انسانوں کے قول و فعل سے بالکل مختلف اور منفرد ہوتا ہے تو جب اولیاء اللہ کے اقوال و اعمال عام انسانوں سے بالکل مختلف و منفرد ہیں تو پھر یقیناً انبیاء کرام جو اولیاء اللہ سے بھی کہیں زیادہ افضل و برتر ہیں تو ان کے اقوال و اعمال میں عام انسان تو دور کی بات اولیاء اللہ سے بھی بلند و اعلیٰ ہوں گے اور بالخصوص سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حواس و افعال تو پھر شان ہی نرالی ہے آپ صلی اللہ علیہ سلم افضل البشر ہونے کے سبب اپنے حواس و اعمال کے لحاظ سے سب سے بلند و بالا، ارفع و اعلیٰ ہیں لہٰذا جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عام انسانوں کی طرح بشر کہلوانے پر مصر ہیں اور سارا زور اسی پر صرف کرتے رہتے ہیں یقیناً

جہالت کی انتہاء بلکہ انتہاء سے بھی زیادہ پہنچے ہوئے ہیں درحقیقت یہ لوگ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمجھنے کے لائق ہی نہیں جب ہی بد بخت ومحروم ہیں۔

حدیث ۱۵: عطاء بن یسار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا لوگ عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکار کون کرے گا؟ فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۷۸۵: کتاب الاعتصام)

ف: سبحان اللہ! شانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جنت میں جانے کا سبب ہے یعنی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرلیا وہ جنت کا حقدار قرار پایا اور اس کے برخلاف جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کیا اور جہنم کا مستحق ہوا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جنت میں جانے کا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی جہنم میں جانے کا سبب ہے لہٰذا وہ لوگ جو اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی تعظیم کرنے کو کہتے ہیں جیسی اپنے بڑے بھائی کی کی جاتی ہے تو وہ اس حدیث مبارکہ کا بغو مطالعہ کریں اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ ان کے بڑے بھائی بھی کیا یہی مرتبہ ومقام رکھتے ہیں کہ ان کی اطاعت پر جنت اور ان کی نافرمانی پر جہنم میں داخلہ ہوجائے یقیناً ہرگز ہرگز ایسا سوچنا تو

دور کی بات ہلکا سا گمان بھی ایک مومن مسلمان کے لئے محال ہے ایسا صرف گستاخِ رول ہی سوچ سکتا ہے اور گستاخِ رسول ہی کہہ سکتا ہے جب تو بشر بشر کی رٹ لگائے پھرتے ہیں اور یہ سوچنے کی زحمت تک گوارا نہیں کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اعلیٰ شان و بلند مرتبہ بشر ہیں جن کو اللہ عزوجل نے بے مثل پیدا فرمایا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر سمجھنا اوران کی تعظیم وادب کو عام آدمی کی تعظیم وادب جیسا قیاس کرنا نری جہالت و بے وقوفی اور بہت بڑی گستاخی ہے۔

حدیث ۱۶: عبید اللہ بن عبداللہ بن عقبیہ بن مسعود سے روایت ہے کہ مجھے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو گرامی نامہ دے کر بھیجا اور اسے حکم فرمایا کہ یہ حاکم بحرین کے سپرد کر دیا جائے اور حاکم بحرین اسے کسریٰ تک پہنچادے۔ جب اس (کسریٰ) نے اسے پڑھا تو پھاڑ ڈالا میرا (ابن شہاب کا) خیال ہے کہ ابن میبّب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا فرمائی کہ وہ پوری طرح ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۴: کتاب العلم)

ف: سبحان اللہ! اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی تو دور کی بات صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پھاڑ دینا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اس قدر ناگوار ہوا کہ کسریٰ کی اس ناپاک جسارت پر اللہ عزوجل نے اس پر قہر فرمایا اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایزا پہنچانے والے کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور کسریٰ کو ہر جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی اور بالآخر عبرت ناک انجام سے دوچار ہوا۔ مذکورہ بالا

حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہو گیا کہ اللہ عزوجل کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وادب اس قدر محبوب ومطلوب ہے کہ ادنیٰ سے گستاخی بھی وار انہیں جب نامہ مبارک پھاڑنے پر زلت آمیز و عبرت ناک انجام ہوا تو وہ گستاخانِ رسول خوف سے لرز جائیں اور اپنے عبرتناک وزلت آمیز انجام سے آگاہ ہو جائیں جو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہنے اور سمجھنے میں کوئی خوف نہیں رکھتے اور یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی ہی تعظیم وادب جائز سمجھتے ہیں جتنی کہ بڑے بھائی کی کی جاتی ہے۔ ان گستاخون پر اللہ کا عذاب وقہر دور نہیں مرنے سے پہلے ہی وہ اس عذاب کا مزہ چکھ لیں گے رہی سہی کسر مرنے کے بعد پوری ہو جائے گی۔

حدیث ۱۷: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نماز کسوف میں جہنم کو دیکھا کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو کھا رہا ہے جبکہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۴۸۳: کتاب الاذان)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بشریت کو بخوبی واضح کر رہی ہے کہ شانِ نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر نماز ادا فرما رہے ہیں اور نگاہ مبارک ساتوں آسمانوں کے پاس جہنم کو دیکھ رہی ہے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک کے سامنے کوئی دیوار، کوئی آسمان، کوئی اندھیرا اور گہرائی کوئی آڑ رکاوٹ نہیں بن سکتی واضح رہے کہ ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت کے برابر ہے لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی چیز ملاحظہ فرمانا چاہیں تو دور و

نزدیک، بلندی و پستی یکساں طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کف دست کی مانند ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشر بشر کی رٹ لگانے والے اور اپنے جیسا انسان سمجھنے والے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشری شان دیکھیں اور سمجھیں تا کہ عقل و دل کی بینائی پا سکیں۔

حدیث ۱۸: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندے کو جب اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چل دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سن رہا ہوتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آ کر اسے بٹھا لیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس شخص کے متعلق کیا کہتا ہے یعنی محمد صلی اللہ عیہ وسلم کے وہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اس سے کہا جاتا ہے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ دیکھ کہ اس کے بدلے تجھے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ٹھکانا دیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں دکھائے جاتے ہیں اور اگر وہ کافر یا منافق ہے تو کہتا ہے مجھے معلوم نہیں میں وہی کہتا تھا جو لوگ کہتے تھے اس سے کہا جائے گا کہ نہ تو نے جانا اور سمجھا پھر اسے لوہے کے ہتھوڑے سے مارا جاتا ہے کانوں کے درمیان تو چیختا چلاتا ہے جس کو نزدیک والے سب سنتے ہیں سوائے جنوں اور انسانوں کے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲۵۱: کتاب الجنائز)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی معلوم ہو گیا کہ جس نے دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھی اور ان پر دل سے ایمان لایا تو اس کا خاتمہ بالخیر ہے اور اس کی قبر جنت کا ایک باغ

ہوگی اور بروز حشر اس کا ٹھکانہ جنت ہوگا یعنی اس کی نجات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت رکھنے پر موقف ہوگی کہ اسی محبت و عقیدت ہی کے سبب قبر میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرے کو دیکھے گا اور پہچان لے گا کہ یہ تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر میں ایمان لایا تھا اور ان سے محبت و عقیدت رکھتا تھا لیکن اس کے برعکس جو دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بظاہر ایمان لایا لیکن دل سے آپ صلی اللہ علیہ سلم کے خداداد علم و اختیارات کا انکار کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہی جیسا بشر سمجھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و عقیدت میں کمی کی اور بھولے بھالے مسلمانوں کو ورغلاتا پھرا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں ان کی زیادہ تعظیم یا محبت و عقیدت شرک ہے اور اتنی ہی تعظیم کرو جتنی اپنے بڑے بھائی کی کی جاتی ہے تو اپنے اس گستاخانہ و منافقانہ فعل قبیح کے سبب قبر میں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان نہ پائے گا جس کے سبب فرشتے ایسے منافق اور گستاخ کو دردناک عذاب دیں گے اور جہنم اس کا ٹھکانہ ہوگی۔ لہٰذا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ بشریت کو سمجھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کو جانیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علوم و اختیارات پر ایمان لائیں کہ نجات اسی میں ہے۔

حدیث ۱۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک نصرانی مسلمان ہوگیا اور اس نے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران پڑھ لی پس وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وحی کی کتابت کرنے لگا اس کے بعد وہ پھر نصرانی ہوگیا اور کہتا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اتنا ہی جانتے ہیں

جو میں نے لکھ دیا ہے پس اللہ تعالیٰ نے اسے موت دی اور لوگوں نے اسے دفن کر دیا لیکن اگلی صبح اس کی لاش زمین پر باہر پڑی دیکھی وہ کہنے لگے کہ یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں نے کیا ہوگا کیونکہ یہ ان کے پاس سے بھاگ کر آیا تھا اس لئے ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی۔ دوسری مرتبہ انہوں نے اس کے لئے اور گہری قبر کھودی لیکن اگلی صبح وہ پر باہر زمین پر پڑا ہوا تھا کہنے لگے یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کا فعل ہے کیونکہ یہ ان کے پاس سے بھاگ کے آیا تھا لہٰذا ہمارے ساتھی کی قبر کھود ڈالی تیسری دفعہ انہوں نے اس کے لئے بساط بھر خوب گہری قبر کودی لیکن اگلی صبح اسے زمین کے اوپر پڑا ہوا پایا اب وہ سمجھے کہ اس کے ساتھ یہ سلوک ان لوگوں کی جانب سے نہیں ہے پس اسے پڑا رہنے دیا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۳۵۳: کتاب الانبیاء)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جو بدبخت و گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خداداد علم کا انکار کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کو اپنے علم پر قیاس کرتا ہے اسے مرنے کے بعد زمین بھی قبول نہیں کرتی اور اس کا جسم مرتے ہوئے کتے کی طرح زمین پر سڑتا رہتا ہے اور کیڑے مکوڑوں کی غذا بن جاتا ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بشر بشر کی گردان کرنے والے اس حدیث مبارکہ کا بغور مطالعہ کریں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب رسالت اور شان بشریت کی تنقیص کر کے اپنے عبرتناک انجام کو آواز دی ہے کہ گستاخِ رسول کو کبھی امان نہیں اور اس کی کبھی نجات نہیں۔

باب نہم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"بدعت"

آج کے اس پرفتن دور کا ایک اور فتنہ گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پروپیگنڈہ بھی ہے کہ اہل ایمان کے ہر اس عمل کو جو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تقاضوں پر مبنی ہوا سے شرک و بدعت قرار دیتے ہیں جبکہ مسلم شریف کی حدیث مبارکہ ہے "جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا اس کے لئے ثواب ہے اور اس پر عمل کرنے والوں کو بھی ثواب ہے۔" اور خود بخاری شریف جو کہ احادیث مبارکہ کی معتبر ترین کتاب ہے اس میں متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں جو اس بات کی دلالت کرتی ہیں کہ بہت سے ایسے اعمال جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ مبارک میں نہیں ہوتے تھے لیکن بعد میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دور میں رائج ہوئے۔

حدیث ۱: حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں بتاتے ہوئے فرمایا "ہم مسلمانوں کی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر میں شامل ہونے کی خاطر

چادروں میں لپٹی ہوئی حاضر ہوا کرتی تھیں جب نماز سے فارغ ہو جاتیں تو اپنے گھروں کو واپس آتیں اور اندھیرے کے باعث کوئی بھی نہیں پہچان سکتا تھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۴۰: کتاب مواقیت الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ، مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ بعض احکامات اگر حالت زمانہ کے ساتھ مسلمان علماء کرام تبدیل فرمادیں تو وہ بدعت سیئہ نہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عورتیں بھی مسجد میں آپ کے پیچھے مردوں کے پیچھے کھڑی ہو کر باجماعت نماز پڑھا کرتی تھیں حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے مشورے سے عورتوں کا مردوں کے ساتھ مسجد میں باجماعت نماز پڑھنا بند کر دیا۔ غور فرمائیے کہ اس وقت کسی صحابی نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بدعتی قرار نہیں دیا اور نہ ہی بدعت بدعت کا شور مچایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دین میں اچھی بات نکالنا بدعت حسنہ ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ ہے اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فتنہ کے خوف سے عورتوں کے مسجدوں میں آنے پر پابندی لگائی تا کہ امن و امان قائم رہے لہٰذا صحابہ کرام نے بھی اس کو بخوشی قبول فرمایا۔

حدیث ۲: اسحٰق بن نصر، عبدالرزاق ابن جریج، عمرو، ابو معبد مولیٰ ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا جبکہ لوگ فرض نماز سے فارغ ہو جاتے ہیں یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں رائج تھا حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں لوگوں کے فارغ ہونے (نماز سے) کو اسی سے جان لیتا جبکہ اس (بلند آواز سے ذکر کرنے) کو سنتا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۷۹۸: کتاب الصلوٰۃ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کیا جاتا تھا لہٰذا آج اگر کوئی ایسا کرے تو یہ بدعت نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے چنانچہ اسے ناجائز و بدعت سیئہ قرار دینا محض جہالت ہے۔

حدیث ۳: ابونعیم عبدالعزیز بن ابوسلمہ حبشون، زہری، سائب بن یزید سے روایت ہے کہ جمعہ کے روز جنہوں نے تیسری اذان کا اضافہ کیا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے جبکہ اہل مدینہ کی تعداد بڑھ گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کے سوا کوئی مؤذن نہیں ہوتا تھا اور اذان اس وقت کہی جاتی جب امام منبر پر بیٹھ جاتا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۸۶۴: کتاب الجمعہ)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ کوئی بھی ایسا کام جو خواہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوا ہو مگر علماء وقت اگر اسے اچھا سمجھیں اور اسے دینی فائدے میں شمار کریں تو اس کا اختیار کرنا ہرگز ہرگز بدعت نہیں مذکورہ بالا حدیث میں یہی چیز مذکور ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جمعہ کے روز ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی پھر عہد عثمانی رضی اللہ عنہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اذان کی تعداد تین کر دی گویا کسی اچھے اور نیک کام کے کرنے کے لئے یہ شرط نہیں کہ وہ کام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی کیا ہو۔ چنانچہ ہر نئے کام پر بدعت سیئہ کا فتویٰ لگانے والوں کو چاہئے کہ اس حدیث مبارکہ پر غور کریں اور ہر نئے کام پر بدعت سیئہ کا فتویٰ لگانا بند کردیں۔

حدیث ۴: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''قریش دور جاہلیت میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس روزے کا حکم دیا یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہے اس (عاشورہ) کا روزہ رکھے اور جو چاہے وہ روزہ نہ رکھے۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۶: ابواب لعمرہ)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی مسلمان کوئی نفلی عبادت کرنا چاہے یا نفلی روزہ رکھنا چاہے اور اس کے لئے کوئی خاص دن مقرر کرلے یا کسی خاص دن روزہ رکھنے کا شعار بنالے تو یہ ہرگز ہرگز بدعت سیئہ نہیں کیونکہ غور فرمائیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مقررہ دن پر روزہ رکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی بلکہ اجازت مرحمت فرمائی ہے کہ چاہو رکھو چاہو نہ رکھو تو معلوم ہوا کہ نفلی عبادت کے لئے دن مقرر کرنا یا کسی خاص دن کو نفلی عبادت کے لئے مخصوص کرلینا ہرگز بدعت سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے جس کے کرنے پر اجر وثواب ہے مگر افسوس بدعت بدعت کی رٹ لگانے والے نہ صرف اس اجر وثواب کو حاصل کرنے سے محروم ہیں بلکہ دوسروں کو بھی نیک اعمال سے روکنے کا گناہ اپنے سر لے رہے ہیں اور اس طرح وہ یہود ونصاریٰ کے آلہ کار کا کردار ادا کررہے ہیں۔

حدیث ۵: ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "میں نے رمضان کے سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا اور میں نے آپ کو شعبان سے زیادہ کسی مہینے کے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۳۷: کتاب الصیام)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو بخوبی واضح ہو جائے گا کہ زیادہ عبادتوں کے لئے کسی خاص مہینے کو چن لینا بدعت سیئہ نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے غور کیجئے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے شعبان کے مہینے سے زیادہ کسی مہینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزے رکھتے تھے حدیث مبارکہ میں کہیں یہ نہیں لکھا کہ "لیکن پندرھویں شعبان کو روزہ نہیں رکھتے تھے" یعنی معلوم ہوا کہ شعبان کا کوئی بھی دن ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ نہ رکھنے کی ممانعت نہیں فرمائی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب روزہ رکھنے کی اجازت ہے تو دیگر نفلی عبادتوں کی بھی ممانعت نہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس مبارک مہینے میں خواہ وہ پندرھویں شب ہی کیوں نہ ہو جاگ کر عبادت کرے اور دن کو روزہ رکھے کیوں کر بدعتی قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ ایک مسلمان اس لئے بھی اس مہینے کی تعظیم کرتا ہے کہ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنا مہینہ قرار دیا ہے لہٰذا شعبان المعظم کی پندرھویں شب کو عبادت کرنے والے پر بدعت سیئہ کا ٹھپہ

لگانے والے کو چاہئے کہ عقل کے ناخن لیں اور مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور کریں اور بدعت بدعت کی رٹ لگانا بند کردیں۔

حدیث ۷: شہاب، عروہ بن زبیر، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ رمضان کی ایک رات مسجد کی طرف نکلا تو لوگ متفرق تھے ایک آدمی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور ایک آدمی گروہ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے خیال میں انہیں ایک قاری کے پیچھے جمع کردیا جائے تو اچھا ہے پس حضرت ابی ابن کعب کے پیچھے سب کو جمع کردیا گیا پھر ایک دوسری رات کو ان کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ اچھی بدعت ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۷۵: کتاب الصیام)

ف: معلوم ہوا کہ دین میں کوئی نئی لیکن اچھی تبدیلی اگر پیدا کی جائے تو وہ بدعت حسنہ ہے یعنی اچھی بدعت ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے کہ رمضان المبارک کے مہینے میں ہر کوئی جاگ کر جداگانہ نفلی نماز پڑھ رہا تھا جبکہ ان میں ایک گروہ ایسا بھی تھا جو باجماعت نوافل ادا کررہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس گروہ پر بدعت سیئہ کا فتویٰ صادر نہیں فرمایا اور نہ ہی انہیں ایسا نیا کام کرنے سے منع فرمایا بلکہ ان کی اس ایجاد کو پسند فرمایا اور باجماعت نوافل کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔ آج بات بات پر بدعت بدعت کی رٹ لگانے والوں کو چاہئے خصوصاً انہیں جو ایسی مبارک راتوں میں اجتماعی عبادات مثلاً صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کی جماعت دیکھ کر تکلیف کا شکار ہوجاتے ہیں غور سے مذکورہ بالا

حدیث مبارکہ پر غور کریں کہ بدعت صرف ایک ہی نہیں جوان کی کتابوں میں ہے بلکہ بدعت کی ایک قسم حسنہ بھی ہے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بدعت حسنہ قرار دیا۔

حدیث ۸: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اور عرض گزار ہوئے "میں نے دورِ جاہلیت کے اندر منت مانی تھی کہ خانہ کعبہ میں ایک رات معتکف رہوں گا" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنی منت پوری کرو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۹۵: کتاب الاعتکاف)

ف: معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کے لئے نذر مانی جائے یا منت مانی جائے اور کام پورا ہونے پر اس منت کو پورا کیا جائے تو یہ بدعت سیئہ ہرگز نہیں۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اعتکاف کی منت مانی یعنی کسی بھی نفلی عبادت کی منت ماننا بالکل درست اور حدیث سے ثابت ہے لہٰذا کھانا کھلانے کی منت ماننا، جانور ذبح کر کے گوشت بانٹنا، اللہ عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور فضائل ومناقب بیان کرنا بزرگوں کو ایصال ثواب کرنا وغیرہ وغیرہ غرض کوئی بھی جائز نفلی عبادت ہو مشکل وقت میں اس کی منت ماننا اور بعد میں اس منت کو پورا کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی ہے لہٰذا اس اجازت کو بدعت قرار دینا محض کم عقلی اور جہالت ہے۔

حدیث ۹: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی ایک جماعت سفر میں نکلی تو وہ عرب کے ایک قبیلے کے پاس ٹھہرے ان سے مہمانی کے لئے کہا تو انہوں نے

مہمان نوازی سے انکار کر دیا اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا انہوں نے بھاگ دوڑ کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا پس وہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اے لوگو ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے ہم نے سب کچھ کر کے دیکھ لیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا کیا آپ میں سے کسی کے پاس کچھ ہے ایک (صحابی) نے کہا ہاں خدا کی قسم میں دم کر لیتا ہوں لیکن ہم نے آپ سے میزبانی کے لئے کہا تو آپ نے مہمان نوازی سے انکار کر دیا لہٰذا میں اس وقت تک دم نہیں کروں گا جب تک ہمارے لئے معاوضہ مقرر نہ کرو چنانچہ کچھ بکریاں دینے پر اتفاقِ رائے ہو گیا پس وہ گئے اس پر تھتکارا اور سورۃ فاتحہ پڑھی تو ایسے ہو گیا جیسے کسی نے رسیاں کھول دی ہوں وہ چلنے پھرنے لگا اور کوئی تکلیف نہ رہی پس انہوں نے مقررہ بکریاں ادا کر دیں کسی نے کہا کہ انہیں تقسیم فرما لیجئے دم کرنے والے نے کہا ایسا نہ کیجئے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کریں اور دیکھیں کہ کیا حکم فرماتے ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ذکر کیا تو فرمایا تم نے ٹھیک کیا تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ ایک حصہ میرا بھی رکھنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۱۲۰: کتاب الاجارہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے تو معلوم ہو گا کہ کسی بھی قسم کے جسمانی امراض و تکالیف کے لئے قرآنِ کریم کی آیات پڑھ کر دم کرنا جائز ہے کیونکہ قرآن مجید میں شفا ہے لہٰذا دم کرنے پر بدعت بدعت کا شور مچانا اور دم کرنے والے کو بدعتی کا نام دینا احمق پن ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دم کرنے پر ضرورت کے

تحت اجرت بھی لی جاسکتی ہے لہٰذا دم کرنے کی اجرت طلب کرنے والے کو جعلی پیر فقیر یا جھوٹا، دغاباز کہنا درست نہیں کہ شریعت مطہرہ نے اجازت مرحمت فرمائی ہے تو معلوم ہوا کہ دم کرنا ہرگز ہرگز بدعت سیئہ نہیں بلکہ یہ کام دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہوا کرتا تھا۔

حدیث ۱۰: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن اور امام حسین پر یہ کلمات پڑھ کر پھونکا کرتے اور فرماتے کہ تمہارے جد امجد بھی حضرت اسماعیل اور حضرت اسحٰق (علیہم السلام) پر انہیں پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔

''اعوذ بکلمات اللہ التامات من کل شیطان وھامۃ ومن کل عین الامۃ.''

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۱۲۷: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ کلام الٰہی کی کسی آیت مبارکہ یا حدیث میں جو دعائیں مذکور ہوئیں انہیں پڑھ کر دم کرنا اور شفا چاہنا جائز ہے اور ہرگز ہرگز بدعت سیئہ نہیں کیونکہ ان کلمات جن میں شفا کی تاثیر ہوتی ہے اور یہ کلمات دفاع البلاء ودافع الامراض کا اثر رکھتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کلمات اگر اللہ کا کوئی محبوب پڑھ کر دم کرے تو تاثیر دگنی ہوگی۔ اس فعل مبارک کو اور اس سنت نبوی کو شرک سمجھنا محض جہالت کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ یہ کلمات کسی بزرگ ومتقی شخص سے پڑھ کر دم کروائے جائیں یا ان کلمات کا تعویذ برائے شفا پہنا جائے تو ہرگز ہرگز بدعت نہیں کیونکہ یہ کلمات نہ صرف شیطان کے شر اور نظر بد سے محفوظ رکھنے کی افادیت رکھتے ہیں بلکہ ان کے ذریعے خیر وبرکت بھی حاصل ہوتی ہے۔

حدیث ۱۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ کی جب مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوئی تو یہودیوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاشورے کا روزہ رکھتے ہوئے پایا پوچھنے پر یہودی کہنے لگے کہ یہ بڑی عظمت والا دن ہے اس روز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بچایا اور آل فرعون کو غرق کیا تو شکر گزاری کے طور پر حضرت موسیٰ نے اس روز کا روزہ رکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم یہودیوں کی نسبت موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ قریب ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۱۵۲: کتاب الانبیاء)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ پر غور فرمائیے کہ نہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب عزوجل کی شکر گزاری اور اس کی طرف سے نعمت کے حصول پر روزہ رکھا بلکہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس عمل کو پسند فرمایا اور خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی شکر گزاری کا روزہ رکھنے کا حکم صادر فرمایا تو ثابت ہوا کہ کسی خوشی کے موقع پر یا کسی نعمت کے حصول پر رب عزوجل کا شکر ادا کرنا اور شکر کے طور پر روزہ رکھنا انبیاء کرام علیہم السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت ہے لہٰذا الحمدللہ ہم اہلسنّت و جماعت اللہ عزوجل کی شکر گزاری کے لئے روزہ رکھتے ہیں خواہ ستائیس رجب المرجب ہو جب ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور مومنوں کے لئے کئی خوشخبریاں لے کر آئے یا وہ ۱۵ شعبان کی شب برأت ہو جب اللہ عزوجل آسمان پر نزول فرماتا ہے اور توبہ کرنے والوں، شکر کرنے والوں، عبادت کرنے

والوں کو لاتعداد نعمتیں عطا فرماتا ہے یا وہ ۱۲ ربیع النور کا نور برساتا روز ہو جس دن اللہ تعالیٰ نے اپنی سب سے بڑی نعمت نازل فرمائی یعنی ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی ان ایام میں روزہ رکھنے کو بدعت کہنا بدبختی ہے جو بدبختوں نے اپنے سروں پر اٹھا رکھی ہے ورنہ دیکھئے بارہ ربیع النور سال میں صرف ایک بار آتا ہے جبکہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہر پیر کے روز روزہ رکھ کر رب عزوجل کے حضور شکر ادا فرمایا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ ہر پیر کا روزہ کیوں رکھتے ہیں تو فرمایا کہ اس روز میری پیدائش ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی نازل ہوئی (مسلم شریف) تو ثابت ہوا کہ اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں روزہ رکھنا بدعت نہیں بلکہ سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حدیث ۱۲: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب (خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں) ہم قرآن کریم جمع کر رہے تھے تو سورۃ الاحزاب کی ایک آیت ہمیں نہیں مل رہی تھی حالانکہ اس کی بارہا تلاوت کرتے ہوئے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا تھا ہم اسے تلاش کر رہے تھے تو وہ حضرت خذیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ہمیں ملی ہم نے اسے قرآن مجید کی متعلقہ سورت میں لکھ دیا۔"
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۷۵۱: کتاب المغازی)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ کوئی ایسا اچھا کام جو دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہوا ہو اس کا کرنا بدعت سیئہ نہیں بلکہ صدقہ جاریہ ہے جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں مذکور ہوا کہ قرآن کریم دورِ رسالت

صلی اللہ علیہ وسلم میں کتابی شکل میں موجود نہ تھا لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک میں یہ مبارک کام ہوا اگر کوئی بھی اچھا کام جو دورِ رسالت میں نہ ہوا ہوتا اور بعد میں اس کا کرنا بدعت سیئہ ہوتا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ مبارک میں صحابہ کرام علیہم الرضوان ہرگز ہرگز یہ بدعت انجام نہ دیتے لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ عمل ہمیں بتا رہا ہے کہ کسی بھی اچھے کام کے کرنے کے لئے یہ ہرگز ضروری نہیں کہ وہ کام دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ضرور ہوا ہو۔ لہٰذا اس قانون کی رو سے محافلِ میلاد کا اہتمام یا شیرنی ولنگر کی تقسیم، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر چراغاں کرنا یا جھنڈے نصب کرنا یا جلوس کی شکل میں اس مبارک دن کا خیر مقدم کرنا ہرگز ہرگز بدعت سیئہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے ان بدعات حسنہ میں قرآن کریم کی آیت مبارکہ پر اعراب لگانا، اس کی منازل ترتیب دینا، خطبات وغیرہ کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا، مدارس میں مقررہ نصاب کے مطابق علوم دینیہ کا حصول اور دستار بندی اور سند کا اجراء، ہوائی جہاز، ریل، گاڑیوں اور دیگر سائنسی آلات کا استعمال اور ایسے بے شمار کام ہیں جو آج کے دور میں ہو رہے ہیں اور جن سے خلق خدا کو بے حد فائدہ حاصل ہو رہا ہے اگر ان تمام کاموں پر بھی اسی اصول کا اطلاق کریں جو کم فہم جہلا کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں جو کام نہ ہوا ہو وہ بدعت سیئہ ہے تو اس اصول کے تحت مذکورہ بالا تمام کام ناجائز قرار دیئے جائیں گے۔ غور فرمائیے کہ ایسے بے ڈھنگے اصول کا نام شریعت ہو سکتا ہے؟ کہ ایسی شریعت ایسوں کو ہی مبارک ہو جنہوں نے یہ بے ڈھنگا اصول وضع کیا

ہے الحمدللہ اہلسنّت وجماعت کے لئے یہ حدیث مبارکہ ہی کافی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''جس نے دین میں اچھا طریقہ نکالا اس کے لئے ثواب ہے
اور اس پر عمل کرنے والوں کیلئے بھی ثواب ہے۔'' (مسلم شریف)

حدیث ۱۳: یزید بن ابوعبید فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا ایک نشان دیکھا تو دریافت کیا کہ اے ابوسلمہ یہ نشان کیسا ہے فرمایا یہ مجھے غزوہ خیبر میں زخم آیا تھا لوگ تو یہی کہنے لگے تھے کہ سلمہ کا آخری وقت آپہنچا ہے لیکن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تین مرتبہ دم فرمایا تو مجھے اب تک کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔''
(صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۸۹۱: باب المغازی)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ بزرگوں سے بغرض شفا دم کروانا یا پھنکوانا ہرگز ہرگز شرک نہیں بلکہ سنت صحابہ علیہم الرضوان ہے یہاں وہ لوگ غور کریں جنہیں ہر جگہ، ہر موقع پر شرک ہی شرک دکھائی دیتا ہے اور جن کی زبان شرک شرک کا وظیفہ پڑھتی رہتی ہے انہیں چاہئے کہ بخاری شریف کی اس حدیث پر غور فرمائیں کہ اگر بغرض شفا یا حصول برکت کے لئے بزرگوں سے دم کروانا شرک ہوتا تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا عمل کرتے؟ یا صحابہ کو منع نہ فرماتے کہ یہ کام شرک ہے مجھ سے دم نہ کرواؤ بلکہ اللہ سے دعا کرو؟ تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کام کو صحیح قرار دے رہے ہیں تو پھر وہ حضرات کس شریعت کا راگ الاپتے رہتے ہیں؟ جن کا اوڑھنا بچھونا صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو مشرک قرار دینا ہے۔

حدیث ۱۴: زہری کا بیان ہے کہ مجھے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''حضرت عثمان نے حضرت زید بن ثابت، حضرت سعید بن العاص، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث رضی اللہ عنہم کو حکم فرمایا کہ قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کریں اوران سے فرمایا کہ اگر کسی مقام پر تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کریم کی عربی زبان کے بارے میں کوئی اختلاف واقع ہو تو اس آیت کو قریش کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن کریم ان کی زبان میں نازل ہوا ہے چنانچہ انہوں نے یہی کیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۶۲۷: کتاب التفسیر)

حدیث ۱۵: حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں) بلا کر فرمایا: ''بے شک تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی لکھ کر دیتے رہے لہٰذا قرآن جمع کرو چنانچہ میں نے جمع کیا۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۴۶۲۸: کتاب التفسیر)

ف: مذکورہ بالا احادیث بھی اس بات کی غماز ہیں کہ دین میں کوئی نیا، اچھا کام کرنا ہرگز ناجائز و بدعت سیئہ نہیں کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مذکورہ عمل اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جو کام دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا وہ بعد میں دینی خدمت کے طور پر انجام دینا نہایت احسن عمل ہے لہٰذا وہ لوگ جو سنی مسلمان بھائیوں پر شرک کا فتویٰ لگاتے ہیں انہیں پہلے اس بات کا جواب سوچنا ہوگا کہ جو کام دورِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں ہوا اس کام کو صحابہ کرام نے کیسے اچھا سمجھ لیا اور اچھا سمجھ کر کیوں کر عمل پیرا ہوئے؟ جب اس

بات کا جواب مل جائے تو اس کے بعد سنی مسلمانوں پر شرک کا فتویٰ صادر کریں بصورت دیگر اپنی عقلوں، اپنی جہالت اور اپنے دین پر ماتم کریں۔

حدیث ۱۶: عبیداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ "حضرت سعد بن عبادہ الفاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا کہ ان کی والدہ ماجدہ کے ذمہ ایک نذر تھی جس کے پورا کرنے سے پہلے وہ وفات پاگئیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے پورا کرنے کا فتویٰ دیا، پس بعد میں یہی طریقہ قرار پاگیا۔"

(صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۶۴۶: کتاب الایمان والنذر)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ کسی کام کے لئے نذر یا منت ماننا اور اسے لازمی طور پر پورا کرنا آج کے دور کی ایجاد نہیں بلکہ نذر و منت عہدِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ہوا کرتی تھی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی حکم فرمایا کہ اگر کوئی منت مانی اور پوری ہونے سے پہلے منت ماننے والا وفات پا گیا تو اب اس کے لواحقین کے ذمہ ہے کہ اس منت کو پورا کریں چنانچہ ثابت ہوا کہ منت و نذر ہرگز ہرگز شرک کے زمرے میں نہیں آتا چنانچہ شرک کا فتویٰ لگانے والے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیا گیا فتویٰ ملاحظہ فرمالیں اس کے بعد اپنی نئی شریعت کا نیا فتویٰ لگائیں۔

حدیث ۱۷: عبداللہ بن شہداد کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ نظر لگنے کا دم کیا کرو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۳۳۳: کتاب الطب)

حدیث ۱۸: عروہ بن زبیر نے زینب بنت ابوسلمہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھر کے اندر ایک لونڈی کو دیکھا جس کے چہرے پر نشانات تھے ارشاد فرمایا کہ اس پر کچھ پڑھ کر دم کرو کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۳۳۴: کتاب الطب)

حدیث ۱۹: عبدالرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زہریلے جانور کے کاٹے پر دم کرنے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے جانور کے کاٹے پر دم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۳۳۶: کتاب الطب)

حدیث ۲۰: عبدالعزیز کا بیان ہے کہ میں اور ثابت دونوں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ ثابت نے کہا کہ اے ابوحمزہ! میں بیمار ہوگیا ہوں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں تمہارے اوپر وہ دعا پڑھ کر دم نہ کروں گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ کر دم فرمایا کرتے تھے عرض کی کیوں نہیں انہوں نے کہا اے اللہ لوگوں کے رب! دکھوں کو دور کرنے والے شفا دے کیونکہ شفا دینے والا اللہ ہے لیکن سوا کوئی بھی شفا دینے والا نہیں ایسی شفا عطا فرما جس کو بعد بیماری نہ رہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۳۳۷: کتاب الطب)

حدیث ۲۱: مسروق نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کوئی زوجہ مطہرہ بیمار ہوئیں تو تعوذ

پڑھ کر اپنا دایاں ہاتھ ان پر پھیرتے اور فرماتے اے اللہ! لوگوں کے رب! دکھوں کو دور کرنے والے! اے شفا دے کیونکہ شفا دینے والا تو ہے، شفا نہیں مگر تیری شفا ایسی شفا عطا فرما جو بیماری نہ رہنے دے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۲۳۸: کتاب الطب)

حدیث ۲۲: عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دم فرماتے تو فرماتے تکلیف کو مٹا دے، اے لوگوں کے رب! شفا تیرے دست قدرت میں ہے اس کی مشکل کا آسان کرنے والا تیرے سوا اور کوئی نہیں۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۵۳۳۹: کتاب الطب)

ف: مذکورہ بالا تمام احادیث مبارکہ صاف صاف یہ درس دے رہی ہیں کہ حالت بیماری میں یا نظر لگ جانے کی صورت میں دم کرنا یا کروانا یا کلام الٰہی پڑھ کر پھونکنا عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے لہٰذا اسے آج کا طریقہ بلکہ آج کی بدعت سیئہ قرار دینا اور اس پر عمل کرنے والوں کو مشرک یا بے دین قرار دینا حماقت و جہالت ہونے کے ساتھ ساتھ کہنے والے کا خود بے دین ہونے کا ثبوت ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ سے شفا مانگی نہیں جا رہی بلکہ ساتھ ساتھ دیگر اسباب مثلاً دم کروانا یا کلام الٰہی پڑھ کر ہاتھ جسم پر پھیر دینا وغیرہ یہ اسباب بھی اختیار کئے گئے اِگر صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنا صحیح ہوتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم کروانے یا کلام الٰہی پڑھ کر دستِ مبارک پھیرنے کی تعلیم نہ دیتے بلکہ فرماتے کہ کوئی کچھ نہیں کرسکتا صرف اللہ سے مانگو مگر مذکورہ بالا احادیث مبارکہ ہمیں یہ تعلیم دیتی

ہیں کہ بے شک شفا اللہ عزوجل کے ہی ہاتھ میں ہے لیکن اللہ عزوجل نے اپنے پیاروں کی دعاؤں اور ان کی زبانوں میں اور ان کے اعضاء میں وہ تاثیر رکھی ہے جس کے ذریعے اللہ عزوجل کی عطا سے شفا مل جاتی ہے لہٰذا اللہ کے پیاروں کو اللہ کی عطا سے صاحب اختیار ماننا ہرگز شرک نہیں بلکہ فضل ربی کا اعتراف ہے۔

حدیث ۲۳: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض گزار ہوئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد تو آپ کی باتیں سن جاتے ہیں آپ ہمارے لئے بھی اپنی طرف سے کوئی دن مقرر فرمادیں تاکہ اس روز ہم حاضر ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ باتیں سیکھیں جو آپ کو اللہ تعالیٰ نے سکھائی ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم فلاں روز اور فلاں جگہ جمع ہوجایا کرو......" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۹۱۴: کتاب الاعقام)

ف: معلوم ہوا کہ کسی بھی نیک کام کے لئے کسی ایک مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پر جمع ہونا ہرگز ہرگز آج کی ایجاد نہیں بلکہ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارک ہے لہٰذا یہ فتویٰ لگانا کسی چیز کے لئے بھی دن مقرر کرنا یا ایک جگہ جمع ہونا بدعت ہے تو یہ محض کہنے والے کی کم علمی ہے ورنہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ اس بات کی دلالت کرتی ہے کہ کسی نیک کام کے لئے کوئی دن یا کوئی جگہ مقرر کی جائے تو جائز ہے اور ہرگز بدعت سیئہ نہیں۔

حدیث ۲۴: سعید بن جبیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض

گزار ہوئی میری والدہ نے حج کی منت مانی تھی لیکن حج کرنے سے پہلے ان کا انتقال ہوگیا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں تم ان کی طرف سے حج کرو سوچو کہ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ کرتیں؟ عرض کی کہ ہاں فرمایا تو ان کے اس قرض کو ادا کردو کیونکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس سے کیا ہوا وعدہ وفا کیا جائے۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ٦١٨٦: کتاب الاعقام)

ف: معلوم ہوا کہ کسی غرض کے سبب کوئی منت مانی جائے تو ہرگز غلط نہیں بلکہ اس منت کو پورا کرنا گویا قرض ادا کرنا ہے بلکہ منت ماننا رب تعالیٰ سے عہد کرنا ہے جسے پورا کیا جانا چاہئے اور اگر زندگی وفا نہ کرے تو پھر لواحقین کو چاہئے کہ اس منت کو پورا کریں تاکہ مرنے والا منت پوری نہ کرسکنے کے سبب وعدہ خلافی کا مرتکب نہ ہو۔

ساتھ ہی یہ بھی واضح ہوگیا کہ شریعت میں اگر نذر یا منت کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے فعل کی ہرگز اجازت مرحمت نہ فرماتے لیکن اس کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام سے منع نہیں فرمایا بلکہ اسے رب تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ قرار دیا اور لواحقین کو بھی یہی حکم دیا کہ مرنے والے کی مانی ہوئی منت جسے وہ پورا نہ کرسکا ہو کو پورا کیا جائے چنانچہ اب نذر و منت کو شرک و بدعت سے تعبیر کرنے والوں کو چاہئے کہ اپنی مرضی سے ہر ایک پر فتوے لگانا بند کردیں۔

باب دہم: بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"ایصالِ ثواب"

حدیث ۱: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض گزار ہوا کہ "میری والدہ ماجدہ اچانک فوت ہوگئی ہیں میرا خیال ہے کہ وہ گفتگو کرتیں تو صدقہ دیتیں اگر میں ان کی طرف سے خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب ملے گا" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہاں"۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۲۸۸: کتاب الجنائز)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میت کے لئے ایصالِ ثواب کرنے کا واضح ثبوت پیش کررہی ہے معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے اگر عزیز واقارب مرنے والے کی طرف سے کوئی نیک عمل کریں تو اس کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے چنانچہ مسلک اہلسنّت بھی اسی عقیدے کی پیروی کرتا ہے اور ارواح کو تسبیحات پڑھنے، قرآن خوانی، لنگر کھلانے، کپڑے

تقسیم کرنے اور دیگر نیک اعمال کے ذریعے ثواب پہنچانے کے طریقے پر گامزن ہے چنانچہ میت کو ایصالِ ثواب کرنا صرف مسلک اہلسنّت کا ہی نہیں بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا طریقہ رہا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس طریقے کی تائید فرمائی ہے۔

حدیث ۲: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جیسنہ کی ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی کہ "میری والدہ ماجدہ نے حج کرنے کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کرسکیں یہاں تک کہ فوت ہوگئیں کیا میں ان کی طرف سے حج کروں؟" فرمایا "ہاں تم ان کی طرف سے حج کرو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۲۹: ابواب العمرہ)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی ایصالِ ثواب کی ایک قسم ہے مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کوئی منت مان لے لیکن اس کو پورا کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو اگر اس کے لواحقین اس کی وہ منت پوری کردیں میت کی طرف سے وہ منت پوری ہو جاتی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ بعد مرنے کے لواحقین کی طرف سے اس کے لئے کیا گیا نیک کام رائیگاں نہیں جاتا بلکہ میت کو پورا پورا ثواب حاصل ہوتا ہے۔

حدیث ۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے ذمہ ایک ماہ کے روزے ہیں کیا میں ان کی طرف سے روزہ رکھوں؟" فرمایا "ہاں"۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۸۲۲: کتاب الصیام)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ میت کے لئے اگر اس کا کوئی ولی یا عزیز روزے رکھنا چاہے تو وہ اس کے لئے روزے رکھ سکتا ہے جس کے سبب میت کو اس روزہ رکھنے کا ثواب عطا کیا جائے گا چنانچہ میت کی طرف سے روزے یا دیگر کوئی بھی عبادات کی جائیں تو وہ جائز ہے اور اس کا میت کو فائدہ پہنچتا ہے۔

حدیث ۴: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور وہ اس وقت موجود نہ تھے وہ بارگاہِ رسالت میں عرض گزار ہوئے "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ محترمہ کا انتقال ہو چکا اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اگر میں ان کی طرف سے کوئی خیرات کروں تو کیا انہیں ثواب پہنچے گا؟" فرمایا "ہاں" عرض گزار ہوئے "پس میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا مخزرف نامی باغ ان کی طرف سے صدقہ ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵٦۰: کتاب الوصایا)

ف: معلوم ہوا کہ میت کو ایصالِ ثواب کرنا عین سنت صحابہ ہے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جب بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایصالِ ثواب کی بابت سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع نہیں فرمایا کہ نہیں ایصالِ ثواب کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ فرمایا ہاں ان کی طرف سے صدقہ وخیرات کرو چنانچہ مذکورہ بالا حدیث مبارکہ میں ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے ایک باغ صدقہ کر کے انہیں ایصالِ ثواب کر دیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تائید فرمائی۔

حدیث۵: عبید اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتویٰ پوچھا اور عرض کیا کہ "میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے اور ان کے ذمہ ایک منت کا پورا کرنا باقی ہے ارشاد فرمایا تم ان کی طرف سے پوری کرو۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۲۵۶۴: کتاب الوصایا)

ف: مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سے بخوبی واضح ہوگیا کہ بعد مرنے کے بھی میت کی طرف سے اگر کوئی نذر یا منت باقی رہ گئی ہو اور اس کا کوئی عزیز اس کی طرف سے وہ منت پوری کردے تو نیک کام کا اسے ثواب عطا کردیا جاتا ہے یعنی بعد مرنے کے بھی میت کا حصولِ ثواب کا عمل منقطع نہیں ہوتا بلکہ اس کے عزیز جو بھی نیک کام یا عبادت ادا کر کے میت کو ایصالِ ثواب کریں تو میت کو فوراً ان نیک اعمال کا ثواب حاصل ہوجاتا ہے۔

باب یازدہم:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

"فضائل مدینہ منورہ"

حدیث ا: سعید بن ابومریم، محمد بن جعفر، حمید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کوفرماتے ہوئے سنا: "جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آتے اور مدینہ منورہ کی چڑھائیوں کو دیکھتے تو اپنی اونٹنی کو تیز کردیتے اور اگر دوسرا جانور ہوتا تو اسے ایڑ لگاتے۔" امام ابوعبداللہ نے فرمایا کہ حارث بن عمیر نے حمید سے روایت کی کہ اس (مدینہ منورہ) کی محبت میں ایڑ لگاتے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۶۷۷: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ سرکارِ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کو تیز فرمادیتے تا کہ جلد سے جلد اپنے محبوب شہر میں پہنچ جائیں۔ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس

محبوب شہر کو عاشقانِ رسول بھی اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں اور اس کی محبت میں شوقِ زیارت کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں اور اسی کی زیارت کی نیت سے قصد سفر کرتے ہیں کہ محبوب کی محبوب چیزوں سے ہر عاشق کو محبت ہوتی ہے لہٰذا مدینہ منورہ کی زیارت کی نیت سے سفر کا قصد کرنا جن لوگوں کے نزدیک صحیح نہیں وہ بغور اس حدیث مبارکہ کا مطالعہ کریں کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس شہر مدینہ سے کس قدر محبت فرمایا کرتے تھے لہٰذا شہر مدینہ سے محبت کرنا اور اس کی زیارت کا شوق رکھنا آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے اس مبارک شہر سے محبت کرنا اس کی زیارت کا شوق رکھنا اس کے فراق میں غمگین رہنا اس کی تعریف میں قصائد لکھنا، پڑھنا، سننا یہ سب محبوب سے محبت کے سبب ہے۔

حدیث ۲: عبداللہ بن محمد، وہب بن جریر ان کے والد ماجد یونس، ابن شہاب، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! مدینہ منورہ میں اس سے دوگنی برکت رکھ جتنی تو نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہے۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۵۸: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے زیادہ مدینہ منورہ سے محبت فرمایا کرتے تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لئے مکہ مکرمہ سے زیادہ برکت کی دعا مانگی۔ چنانچہ عاشقانِ رسول بھی مکہ مکرمہ سے زیادہ مدینہ منورہ کو محبوب رکھتے ہیں لیکن نجانے کیوں تنقید نگاروں کو اس بات پر بھی اعتراض ہے کہ عاشقانِ رسول مکہ مکرمہ کو مدینہ سے زیادہ محبوب کیوں

نہیں رکھتے۔ان عقل کے اندھوں کو مذکورہ بالا حدیث کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے تا کہ انہیں یہ بات سمجھ آ جائے کہ مدینہ سے محبت اور اسے مکہ مکرمہ پر فوقیت دینا اہلسنّت کی ایجاد نہیں بلکہ خود سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

حدیث ۳: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنوسلمہ نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنوسلمہ کیا تمہیں اپنے قدموں کے ثواب کی ضرورت نہیں؟ پس وہ وہیں رہنے لگے۔(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۰: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے محبت کی عمدہ مثال ہے کہ جب قبیلہ بنوسلمہ نے مسجد نبوی کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس مبارک شہر اور اس مبارک مسجد میں قدم قدم پر ثواب عطا کیا جاتا ہے چنانچہ بنوسلمہ نے ارشاد کی تعمیل کی اور ادارہ ترک کردیا۔ چنانچہ ہم اہلسنّت بریلوی بھی مدینہ منورہ کو اپنا مسکن و مدفن بنانا ذریعہ نجات سمجھتے ہیں اور اسی کے حصول کے لئے تڑپتے رہتے ہیں چنانچہ اس لگن اور تڑپ رکھنے والے کو مشرک قرار دینا بے وقوفی و جہالت ہے چنانچہ ایسے جاہلوں کو چاہئے کہ وہ کفر وشرک کے فتوے لگانا بند کردیں اور خود بھی راہ مستقیم پر آ جائیں جس پر مسلمان گامزن ہیں۔

حدیث ۴: مسود، یحیٰی، عبید اللہ بن عمر، حبیب بن عبدالرحمٰن، حفص بن عاصم، حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں

سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۱: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ جنت جسے دیکھنے اور جسے پانے کے لئے ہر ایک بے تاب و بے قرار ہے اگر کوئی دنیا میں ہی دیکھنا چاہے تو مدینہ منورہ کا قصد کرے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے ہیں کہ جسے جنت کا باغ دیکھنے کی خواہش ہے وہ مدینہ آئے اور حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جو روضہ انور ہے اس کے اور مسجد نبوی کے منبر شریف کے درمیان کی جگہ کو دیکھ لے کہ یہ مقام جنت کا ایک باغ ہے اور جو مقامِ کوثر کو دیکھنے کا متمنی ہے وہ منبر شریف کو دیکھ لے کہ یہ مبارک منبر حوض کوثر پر ہی بنا ہوا ہے۔

حدیث ۵: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ہمارے دلوں میں مکہ جیسی مدینے کی محبت ڈال بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے صاع میں برکت دے اور ہمارے مد میں اور اس کی آب و ہوا کو ہمارے موافق کردے۔"(صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۲: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ پاک سے محبت ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پاک کی ہر ہر چیز میں برکت کی دعا فرمائی اور ساتھ ہی یہ بھی دعا کی کہ مکہ مکرمہ سے زیادہ اس پاک شہر کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا فرمادے۔ اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ پاک سے محبت ہی ہے کہ جو آج ہر مسلمان مدینہ پاک کی محبت اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے اور ہر دم اس کے دیدار کی تڑپ اور آرزو رکھتا ہے۔ مکہ

مکرمہ کی محبت اپنی جگہ مگر مدینہ پاک سے جو محبت ہے ایسی محبت خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیارے شہر مدینہ پاک سے کیا کرتے تھے گویا مدینہ پاک سے محبت آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔ اب اسے کوئی عقل کا اندھا بدعت قرار دے تو یہ اس کی آنکھوں کا، دل و دماغ کا قصور ہے لہٰذا چاہئے کہ اللہ کے پیاروں کے پیاروں کی صحبت میں بیٹھا کریں تا کہ دماغ کا یہ فتور نکل جائے اور دماغ صحیح سمت پر سوچنے لگ جائے۔

حدیث ٦: یحییٰ بن تکبیر، لیث، خالد بن یزید، سعید بن ابوطلال، زرید بن اسلم، ان کے والد ماجد سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت نصیب کرنا اور اپنے رسول کے شہر میں مجھے موت سے ہمکنار فرما۔'' (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۷۶۳: ابواب العمرہ)

ف: سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری پیاری سنت کو ادا کرتے ہوئے خود بھی مدینہ پاک سے بے انتہاء محبت فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے دعا فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں اس پیارے و پاک شہر مدینہ پاک میں موت نصیب ہو۔ الحمدللہ آج مسلمان صحابہ کرام علیہم الرضوان کے نقش پا پر چلتے ہوئے مدینہ پاک میں ہی موت و مدفن کی دعا کرتے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ مسلک بریلوی بدعت و شرک کا پرچار کرتا ہے حد سے زیادہ جہالت و نادانی ہے مسلک بریلوی خالصتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے دین اسلام پر گامزن ہے اور خالصتاً صحابہ کرام علیہم الرضوان کے دین کی تبلیغ و ترویج و اشاعت

میں برسرِ پیکار ہے مسلک بریلوی پر طعن کرنا دراصل صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عقائد و مسلک پر طعن کرنا ہے اللہ تعالیٰ ہر سنی بریلوی مسلمان کو ایسے نام نہاد مسلمانوں سے بچائے جو مسلمانوں کے بھیس میں دین اسلام کو نقصان پہنچانے میں لگے ہوئے ہیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کرنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ نام نہاد مسلمان منافقین کے گروہوں میں سے ہیں جن کا اصل روپ پوشیدہ ہے۔

حدیث ۷: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا کی اور میں مدینہ منورہ کو حرم بناتا ہوں جسے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے مکہ معظّمہ کو حرم بنایا اور اس کے لئے دعا کی ہے اس کے مد اور صاع میں جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۱۹۸۶: کتاب البیوع)

ف: سبحان اللہ! سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ سے الفت و محبت ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کے لئے فرمایا کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کو حرم بنایا تو اسی طرح میں بھی مدینہ منورہ کو محترم و باعظمت قرار دیتا ہوں اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا فرمائی اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ اور اس کے پیمانوں، پیداوار اور ہر ہر چیز کے لئے دعا فرمائی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ سے اس قدر پیار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کے مقابل مدینہ منورہ کو محبوب رکھا اور اسے ترجیح دی۔ چنانچہ سنی

مسلمان مکہ مکرمہ کی عظمتوں کے قائل ہیں لیکن مدینہ منورہ کو اس لئے زیادہ محبوب رکھتے ہیں کہ یہ شہر پاک اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا۔

حدیث ۸: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اے اللہ! مدینے کی ہمیں ایسی محبت عطا فرما جیسی ہمیں مکہ سے محبت بخشی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کی ہوا کو ہمارے لئے صحت بخش بنا اس کے صاع اور مد (پیمانوں) میں برکت دے اور اس کے بخار کو جحفہ کی جانب منتقل فرما دے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۳۶۳۶: کتاب المناقب)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ فضائل مدینہ کا شاندار ثبوت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف مدینہ منورہ کے لئے مکہ مکرمہ سے زیادہ محبت پیدا ہونے کی دعا فرمائی بلکہ اس کے پیمانوں اور اس کی آب وہوا کو صحت بخش بنانے کی بھی دعا فرمائی اور وبائی امراض سے اس شہر مقدسہ کو پاک وصاف رکھنے کی بھی دعا فرمائی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس محبوب شہر کو سب کا محبوب بنا دینا چاہتے تھے لہٰذا اللہ عزوجل نے اپنے محبوب کی اس دعا کو قبول فرمایا اور ہر سنی بریلوی کو سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے محبوب شہر مدینہ پاک کا دیوانہ بنا دیا یہی وجہ ہے کہ ہر سنی بریلوی مسلمان مدینہ پاک کی حاضری کے لئے ہر ہر لحہ بے چین و بے قرار رہتا ہے اور دیدار کر لینے کے باوجود بار بار اسی سعادت کے حصول کے لئے ترستا رہتا ہے اور حقیقتاً مدینہ پاک سے اس قدر محبت بہت ہی بڑی سعادت ہے جو ہر سنی بریلوی عاشق رسول کو حاصل ہے۔

حدیث ۹: ابراہیم بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مدینہ منورہ کے اندر دجال کا رعب داخل نہیں ہو سکے گا ان دنوں اس کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر دو فرشتے۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۶۴۱، کتاب الاحکام)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا حدیث مبارکہ بھی فضائل مدینہ کا شاندار ثبوت ہے قرب قیامت میں دجال اپنے فتنے کے ساتھ پوری دنیا میں تباہی مچادے گا لیکن مدینہ منورہ کو وہ خصوصیت حاصل ہے کہ اللہ عزوجل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے اس محبوب شہر کو اس قسم کے فتنے سے محفوظ رکھے گا یہاں تک کہ مدینہ منورہ کے دروازوں پر فرشتوں کا پہرہ ہوگا جو اس پرفتن دور میں مدینہ منورہ کو ہر فتنے سے دور رکھیں گے اور مدینہ پاک ہر فتنہ سے پاک ہوگا اور کیوں نہ ہو کہ یہ وہ مبارک شہر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے اسی نسبت سے ہر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے محبت والفت، انسیت و پیار محسوس کرتا ہے۔

حدیث ۱۰: عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے دجال کا طویل ذکر فرمایا اور اس کے بعد ہم سے یہ بھی فرمایا کہ وہ آئے گا تو مدینہ منورہ کے راستوں سے اندر داخل ہونا اس پر حرام ہوگا چنانچہ وہ مدینہ منورہ کے قریب ایک بنجر زمین پر اترے گا۔ (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۶۴۷: کتاب الاحکام)

حدیث ۱۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا "مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے نہ ان سے طاعون اندر داخل ہوسکتا ہے اور نہ دجال۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۶۴۸: کتاب الاحکام)

حدیث ۱۲: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مدینہ منورہ کی طرف دجال آئے گا تو وہاں فرشتوں کو پائے گا جو اس کا پہرہ دے رہے ہوں گے لہٰذا دجال اس کے قریب نہ آسکے گا اور نہ طاعون اگر اللہ نے چاہا۔" (صحیح بخاری شریف، حدیث ۶۶۴۶: کتاب الاحکام)

ف: سبحان اللہ! مذکورہ بالا تینوں احادیث مبارکہ میں مدینہ پاک کے فضائل اور اس کی خصوصیات کا ذکر مذکور ہوا کہ مدینہ پاک کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے راستوں پر فرشتے پہرہ دے رہے ہیں اور یہ مبارک شہر دجال اور اس کے فتنوں اور وبائی امراض سے پاک وصاف کردیا گیا ہے اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ محبوب شہر ہر قسم کے نقص وخرابی سے پاک وصاف ہے۔